INSAN AUR FARISHTY

سلسلہ دعوت و اصلاح 7

انسان اور فرشتے

باہمی تعلقات کی حقیقت، غلط نظریات کی تردید

دلچسپ حقائق اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل

تالیف

حافظ مبشر حسین لاہوری

مبشر اکیڈمی

MUBASHIR ACADEMY

مبشر اکیڈمی

قرآن وحدیث اور فکر سلف کی ترجمان

نام کتاب ---------- انسان اور فرشتے

مصنف ---------- حافظ مبشر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت ---------- جولائی 2004ء

تعداد ---------- 1000

قیمت ---------- 60 روپے

کمپوزنگ ---------- ندیم شکیل

سرورق ---------- مدثر

مبشر اکیڈمی کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر کے تمام دینی کتب خانوں سے طلب فرمائیں بالخصوص: لاہور: نعمانی کتب خانہ، مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ سلفیہ، مکتبہ اسلامیہ، اسلامی اکادمی، اسلامک پبلی کیشنز، دارالسلام، الفیصل، منشورات، معارف اسلامی منصورہ، دارالفرقان، کتاب سرائے اردو بازار لاہور- گوجرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر، دارالسلام، اردو بازار- فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ، دارارقم بھوانہ بازار ریل جنون: کتاب محل اردو بازار اسلام آباد: المسعود اسلامک بکس- کراچی: مکتبہ نور حرم گلشن اقبال، فضلی بک اردو بازار

ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور PH: 0300 4602878 E-Mail: mubashir@hotmail.com

7
سلسلہ دعوت و اصلاح

انسان اور فرشتے

باہمی تعلقات کی حقیقت، غلط نظریات کی تردید
دلچسپ حقائق اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل

تالیف
حافظ مبشر حسین لاہوری

مبشر اکیڈمی
MUBASHIR ACADEMY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست.......انسان اور فرشتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے تین طرح کی مخلوق ایسی ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے؛ ایک انسان، دوسری جنات اور تیسری فرشتے۔ان تینوں طرح کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اصلا اپنی عبادت واطاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے، تاہم انسان اور جنات کو ارادہ واختیار کی آزادی دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کا اظہار کرنے کی انہیں اجازت دے دی۔لیکن اس ارادہ واختیار کی اجازت کے باوجود انہیں اس بات سے مطلع کر دیا کہ اگر تم اپنے ارادہ واختیار کو میری رضا ومنشا کے مطابق بروئے کار لاؤ گے تو میری جنت کے مستحق بن جاؤ گے اور اگر اسے میری رضا ومنشا کے خلاف استعمال کرو گے تو تمہیں جہنم کی آگ میں بالآخر ڈال دیا جائے گا۔

ان کے برعکس فرشتے ایسی مخلوق ہیں جو محض اللہ کی عبادت واطاعت ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔وہ حکم الٰہی کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔انہیں جو حکم دیا جاتا ہے فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں،اللہ کی فرمانبرداری واطاعت گزاری اور عبادت وپرستش میں وہ نہ تھکتے ہیں نہ سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔علاوہ ازیں فرشتوں کے اس مقصد عبادت واطاعت کی کماحقہ تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کھانے پینے ،سونے جاگنے اور دیگر خواہشات نفس کی تکمیل کا محتاج ہی نہیں بنایا۔

جس طرح انسان کے ساتھ جنات وشیاطین کا ایک تعلق ہے اسی طرح فرشتوں کا بھی انسان سے کئی جہتوں سے تعلق ہے۔انسان میں روح ڈالنے سے لے کر روح نکالنے تک ،اعمال نامہ تیار کرنے سے لے کر قبر میں سوال کرنے تک اور جنت میں اہل جنت کی خدمت کرنے یا جہنم میں اہل جہنم کو سزا دینے تک فرشتوں کا کوئی نہ کوئی کردار ضرور ہے۔دنیوی زندگی میں بہت سے لمحات ہر انسان کے لیے ایسے بھی آتے ہیں جہاں فرشتے اس کی فلاح وبہبود اور ترقی ونجات کے لیے دعائیں کرتے اور اس کی

بخشش کے لیے استغفار کرتے ہیں۔اور بہت سے لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب یہی فرشتے انسان کی بدبختی وشقاوت کے لیے اللہ کے حضور ہاتھ بلند کر دیتے ہیں اور انسان پر لعنت کرتے ہیں۔ان پاکباز ہستیوں کی دعایا لعنت، ہر ایک عمل کے پیچھے منشاء الٰہی کار فرما ہوتی ہے۔

فرشتوں کے وجود کو اس حیثیت سے تسلیم کرنا، جس حیثیت سے انہیں تسلیم کرنے کا قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے، ایمان کے چھ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ اس لیے فرشتوں کے بارے میں قرآن وسنت کی بتائی ہوئی تعلیمات کو تسلیم کرنا ہمارے عقائد کا حصہ ہے۔اور عقائد کی درستگی ہی جنت کی چابی ہے اگر خدانخواستہ عقائد میں کسی بھی پہلو سے کجی رہ گئی تو جنت سے محرومی کا سوال بھی پیدا ہوسکتا ہے۔عقائد کے سلسلہ میں جس طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو اہم حیثیت حاصل ہے اس طرح ایمان بالملائکہ کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے ہاں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پر تو بیسیوں کتابیں موجود ہیں مگر ایمان بالملائکہ پر قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات پر مبنی لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں فرشتوں سے انکار کا ایک رویہ بہت سے لوگوں میں پایا جاتا ہے بالخصوص جو لوگ سرسید احمد خان اور غلام احمد پرویز وغیرہ جیسے لوگوں سے متاثر ہیں وہ تو فرشتوں کے الگ وجود کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔اور جو لوگ ایمان مجمل میں فرشتوں پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں وہ فرشتوں کی دنیا سے کچھ زیادہ باخبر ہی نہیں ہیں اور بالخصوص اس پہلو سے شاید ہی کوئی یہ احساس رکھتا ہو کہ فرشتے ہر آن ہمارے ساتھ موجود رہتے، ہمارا اچھا برا عمل لکھتے، خیر و بھلائی کے کام پر ہماری مدد کرتے اور اس کی انجام دہی پر ہمیں دعائیں دیتے اور برے کاموں اور شیاطین وجنات کے بے شمار حملوں سے ہمیں بچانے کے لیے زبردست پہرے دار کا کام دیتے ہیں!!

زیر نظر کتاب میں فرشتوں کے حوالے سے انہی چیزوں کو زیر بحث لایا گیا ہے اور آخر میں منکرین ملائکہ کے شبہات واعتراضات کا بھی کافی وشافی جواب دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایمان کے اس رکن (ایمان بالملائکہ) پر کماحقہ ایمان لانے اور ان فرشتوں پر ایمان لانے کا جو مقصد ہے اسے بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (امین)

محتاج دعا و اصلاح رحافظ مبشر حسین لاہوری؛ ناظم مبشر اکیڈمی، لاہور، 03004602878

باب اول (۱)

فرشتوں سے تعارف......!

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے:

قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو پہلے سپارہ سے لے کر آخری سپارے تک فرشتوں کا تذکرہ ملتا ہے ۔ یہ فرشتے ہیں کیا؟ کس چیز سے پیدا کیے گئے؟ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور انسان سے ان کے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں؟ ان سب سوالات کے جوابات تو آگے آرہے ہیں تاہم سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ ہم ان کے موجودگی کو تسلیم کریں اور اس حیثیت سے تسلیم کریں جس حیثیت سے قرآن مجید انہیں پیش کرتا ہے نہ کہ کسی اور حیثیت سے۔ کیونکہ مشرکین مکہ بھی فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرتے تھے مگر وہ انہیں اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے جب کہ قرآن مجید نے ان کے اس تصور کی نفی کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ قرآن مجید خود ان فرشتوں کے بارے میں کون سا تصور پیش کرتا ہے؟ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرنے کو ''**ایمان بالملائکة**'' کہا جاتا ہے اور یہ ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کے درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) : ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷]

''ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر اور (اس کے) نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔''

(۲) : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ

وَالْكِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا ﴾ [النساء : ١٣٦]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول ﷺ پر، اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کی کتابوں سے، اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے انکار کرے، وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

(٣) : ﴿ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ......قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِيْمَانِ ؟ قَالَ : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ﴾(١)

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ ''ایک دن ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے...... اس نے کہا: آپ ﷺ مجھے ایمان کے متعلق آگاہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لے آ۔''

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چھ چیزیں ایمان کے بنیادی ارکان ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

فرشتے کب پیدا کئے گئے؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ انسان (آدم علیہ السلام) کی تخلیق سے پہلے فرشتے موجود تھے مگر وہ کس وقت پیدا کیے گئے اس کی تعیین نہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔ (واللہ اعلم!)

---

(١) [مسلم : كتاب الايمان : باب بيان الايمان والاسلام :رقم الحديث(٨) ومثله فی البخاری:رقم الحديث (٥٠)]

فرشتے کس چیز سے پیدا کیے گئے؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"خلقت الملائکۃ من نور و خلق الجان من مارج من نار و خلق آدم مما وصف لکم"

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔ (یعنی مٹی سے)''(۱)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا نور ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا؟ تو اس سوال کا جواب قرآن وسنت میں کہیں مذکور نہیں اور نہ ہی عقلی طور پر ہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں کہ وہ کون سا نور تھا۔ لہٰذا اس نور کے بارے میں خاموشی ہی مناسب ہے۔ (واللہ اعلم!)

فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے؟

فرشتے نورانی مخلوق ہیں جنہیں ان کی اصلی شکل وصورت میں انبیاء ورسل کے علاوہ اور کسی کے لیے دیکھنا ممکن نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ارد گرد لاتعداد فرشتے اپنے کاموں میں مصروف ہیں مگر ہمیں وہ دکھائی نہیں دیتے۔ تاہم اگر وہ انسانی شکل اختیار کر کے سامنے آئیں تو پھر انہیں دیکھنا ممکن ہے اور اس کی کئی ایک مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں جن کی تفصیل آئندہ سطور میں "انسان اور ملائکہ" کے ضمن میں آئے گی۔ ان شاء اللہ!

فرشتوں کا قد وقامت اور جسمانی ہیئت کیسی ہے؟

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے انسان کی بہ نسبت عظیم مخلوق ہے اور خود فرشتوں میں بھی بعض چھوٹے ہیں بعض بڑے۔ بعض کے دو دو پر ہیں اور بعض کے چھ چھ سو۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [فاطر۔۱]

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب فی احادیث متفرقۃ: رقم (۷۴۹۵)]

''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو (ابتداء) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دودو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے۔ مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (ان کے بارے میں) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((انماھو جبریل علیہ السلام لم أره علی صورته التی خلق علیھا غیرھاتین المرتین ،رایتهٔ منھبطامن السماء سادا عظم خلقه مابین السماء ،الی الارض))(۱)

''وہ جبریل علیہ السلام ہی تھے میں نے انہیں ان کی اصلی پیدائشی صورت میں صرف انہی دومرتبہ دیکھا ہے میں نے انہیں آسمان سے جب اترتے دیکھا تو ان کا وجود آسمان اور زمین میں پھیلا ہوا تھا''۔ (بعض روایات کے مطابق :ان کے وجود نے سارا افق ہی گھیر رکھا تھا،اوران کے چھ سو پر تھے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو جب ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو اس کے چھ سو پر تھے اور ہر پر نے افق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی بکھر رہے تھے۔ (۲)

اسی طرح وہ فرشتے جنہوں نے عرش اٹھا رکھا ہے ان کے قد وقامت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ (۳)

''مجھے ان میں سے ایک فرشتے کی قد وقامت بیان کرنے کی اجازت ملی ہے (اور اس کا

---

(۱) [مسلم :کتاب الایمان :باب معنی قول اللہ "ولقد راہ نزلة اخری" (۱۷۷) نیز دیکھئے: بخاری :کتاب بدء الخلق :باب اذاقال احدکم امین والملائکة فی --- (۳۲۳۲تا۳۲۳۵)]

(۲) [البدایة والنھایة (۱/۴۷) حافظ ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ "عالم الملائکة الابرار" از دکتور عمر سلیمان الاشقر (ص ۱۳)]

(۳) [ابو دائود :کتاب السنة :باب فی الجھمیة (۴۷۲۷) سلسلة الاحادیث الصحیحة (۱۵۱) شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ جس روایت میں ہے کہ ''اس کے کان کی لو سے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچنے کے لیے ایک تیز رفتار پرندے کو ستر ہزار سال کی مدت درکار ہوگی۔'' اس روایت کو شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: السلسة الضعیفة (۹۲۷)]

وجود کتنا بڑا ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ) اس کے کان کی لو سے کندھے تک کا حصہ اتنا لمبا ہے جتنی کہ سات سو سال کی مسافت''

اسی طرح ایک اور فرشتے کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ نے ایک مرغ (اس سے مراد مرغ نما فرشتہ ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے) کے بارے میں بتانے کی مجھے اجازت دی ہے۔ اس کے پاؤں زمین کے اندر چلے گئے ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے اور اس حالت میں وہ (تسبیح بیان کرتے ہوئے) کہتا ہے: ''یا اللہ! تو پاک ہے۔ یا رب! تو کس قدر عظیم ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جواب دیا جاتا ہے کہ ''جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے (کیا) اسے معلوم نہیں ؟!'' (یعنی تم تو میری عظمت جانتے ہو مگر میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسمیں کھانے والے میری عظمت کو بھول جاتے ہیں!)(۱)

ایک اور حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''عرش کو اٹھانے والے فرشوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں مجھے بتانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں اور اس کے سینگوں پر عرش ہے اور اس کے دونوں کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان اتنی دوری ہے کہ اسے طے کرنے کے لیے پرندے کو سات سو سال کی پرواز چاہیے۔ وہ فرشتہ کہتا ہے: ''سبحانک حیث کنت'' (یا اللہ! تو پاک ہے جہاں بھی ہے''۔(۲)

فرشتے خوبصورت ہیں؟

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر فرشتے خوبصورت ہیں مگر ان میں سے بعض فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہیبت ناک شکلیں بھی عطا کر رکھی ہیں مثلاً مومن کی موت کے وقت آنے والے فرشتوں کی شکل وصورت بیان کرتے ہوئے آنخضرت ﷺ نے فرمایا:

((ان العبد المؤمن اذ کان فی انقطاع من الدنیا واقبال من الآخرۃ نزل الیہ

(۱) [سلسلة الاحاديث الصحيحة (۱۵۰)] (۲) [صحیح الجامع الصغیر (۹۸۵۳)]

ملائکة من السماء بیض الوجوه کان وجوههم الشمس معهم کفن من اکفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة))[1]

''جب میت دفنائی جاتی ہے (یا آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کی میت دفنائی جاتی ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔''

بعض روایات میں انہی فرشتوں کے بارے میں ہے کہ ''ان کی آنکھیں تانبے کی دیگچیوں کے برابر ہیں، دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور آواز بجلی کی کڑک کی طرح (گرج دار) ہے۔'' اس کی مزید تفصیل ''فرشتوں کا مقصد پیدائش'' کے ضمن میں آئے گی۔

فرشتے مذکر ہیں یا مؤنث؟

مشرکین مکہ فرشتوں کو مؤنث تصور کرتے تھے اور انہیں ''اللہ کی بیٹیاں'' کہا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تصور کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْکِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ مَا لَکُمْ کَيْفَ تَحْکُمُوْنَ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ اَمْ لَکُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ فَاْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [الصافات:۱۴۹تا۱۵۵]

''(اے نبیؐ!) آپؐ ان سے دریافت کیجئے کہ کیا آپ کے رب کی بیٹیاں ہوں اور ان کے (اپنے لیے) بیٹے؟ یا یہ اس وقت موجود تھے جب کہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا؟ آگاہ رہو کہ یہ لوگ صرف اپنی طرف سے جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو؟ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے؟ اگر سچے ہو تو جاؤ اور اپنی ہی کتاب لے آؤ۔''

---

(۱) [مسند احمد (۴/۲۸۷) مشکوٰۃ: کتاب الجنائز: باب مایقول عندمن حضره الموت: الفصل الثالث (۱۶۳۰)]

اسی طرح ایک اور مقام پر مشرکین کے اس تصور کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ وَجَعَلُوا الْمَلٰئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ﴾

''کیا (اللہ کی اولاد لڑکیاں ہیں) جو زیورات میں پلیں اور جھگڑے میں (اپنی بات) واضح نہ کرسکیں؟ اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے عبادت گزار ہیں، عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) باز پرس کی جائے گی۔'' [الزخرف: ۱۸،۱۹]

لہٰذا معلوم ہوا کہ فرشتے مؤنث نہیں ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ کیا پھر یہ مذکر ہیں؟ تو اس کا جواب یہ کہ انہیں مذکر بھی نہیں کہا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں 'عباد الرحمن' یعنی رحمٰن کے بندے قرار دیا ہے۔

کیا فرشتے شادی بیاہ کرتے ہیں؟

شادی بیاہ یا جنسی تعلق کی ضرورت مذکر کو مؤنث سے یا مؤنث کو مذکر سے ہوتی ہے اور جب فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث تو پھر صاف ظاہر ہے کہ وہ شادی بیاہ نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان میں جنسی خواہشات پیدا کی ہیں۔

کیا فرشتوں کی اولاد ہے؟

جب فرشتوں میں شادی بیاہ کا سلسلہ نہیں تو پھر ان میں اولاد کیسے پیدا ہو۔ لہٰذا فرشتوں کی نسل نہیں بڑھتی بلکہ یہ اتنے ہی ہیں جتنے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیئے ہیں۔ فرشتے کتنے ہیں؟ اور کیا ان کی تعداد میں کمی ہوتی ہے؟ ان سوالوں کے جواب آگے آرہے ہیں۔

کیا فرشتے کھاتے پیتے ہیں؟

جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں شادی بیاہ کی حاجت نہیں رکھی اسی طرح انہیں کھانے پینے سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن مجید میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے فوراً گوشت لے آئے مگر انہوں نے اسے تناول

نہ کیا۔ یہ واقعہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر مذکور ہے مثلاً:

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ [هود۔۶۹۔۷۰]

''اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر (یعنی فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا تو انہوں نے بھی جوابِ سلام دیا اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ اب جو (ابراہیم علیہ السلام نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (گوشت) کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں انجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ ان (فرشتوں) نے کہا کہ ڈرو نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں''

ان آیات کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف رقمطراز ہیں کہ

''حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ پائے کہ یہ فرشتے ہیں جو انسانی صورت میں آئے ہیں اور کھانے پینے سے معذور ہیں بلکہ انہوں نے انہیں مہمان سمجھا اور فوراً مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے بھنا ہوا بچھڑا لا کر ان کی خدمت میں پیش کیا۔ نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ مہمان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہو حاضر خدمت کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھ ہی نہیں رہے تو انہیں خوف محسوس ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ چیز معروف تھی کہ آئے ہوئے مہمان اگر ضیافت سے فائدہ نہ اٹھاتے تو سمجھا جاتا تھا کہ آنے والے مہمان کسی اچھی نیت سے نہیں آئے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے پیغمبروں کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اگر ابراہیم علیہ السلام غیب دان ہوتے تو بھنا ہوا بچھڑا ابھی نہ لاتے اور ان سے خوف بھی محسوس نہ کرتے۔ (ابراہیم علیہ السلام کے) اس خوف کو فرشتوں نے محسوس کیا یا تو ان آثار سے جو ایسے موقعوں پر انسان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں یا اپنی گفتگو میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اظہار فرمایا، جیسا کہ دوسرے مقام پر وضاحت ہے: ''انا منکم وجلون'' (الحجر۔۵۲) ''ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے'' چنانچہ فرشتوں نے کہا ڈرو نہیں، آپ جو سمجھ رہے ہیں ہم وہ نہیں ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور ہم قوم لوط کی طرف جا رہے ہیں۔''(۱)

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص ۵٦۰/۵٦۱)]

YYYñ IUÇEOeOOÇhEO

%el ˜ i Uebf 9eO¢+se(e™4 +OUer Kskel &2e84 b˜+g%

عطا فرمائی اور جو چاہا اسے سکھلا دیا اور اگر اللہ اسی طرح لوگوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین میں فساد ہی مچا رہتا لیکن اللہ تعالیٰ اقوام عالم پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں اور بلاشبہ آپ ایک رسول ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے نبی بنا کر مبعوث کیا تھا پھر انہیں اپنی حکمت بالغہ کے تحت زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور قیامت سے پہلے انہیں دین محمدی کی نصرت وتائید کے لئے اللہ تعالیٰ آسمان ہی سے فرشتوں کے ساتھ اتاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ نزول کس طرح ہوگا؟ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

﴿ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ، علیه السّلام، فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَهْرُوْذَتَیْنِ وَاضِعًا كَفَّیْهِ عَلٰی اَجْنِحَةِ مَلَكَیْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَاْسَه قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ لِكَافِرٍ یَجِدُ رِیْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَ نَفَسُه یَنْتَهِیْ حَیْثُ یَنْتَهِیْ طَرْفُهُ فَیَطْلُبُه حَتّٰی یُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُهُ ﴾ (۱)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ حضرت (عیسیٰ) مسیح ابن مریم کو بھیج دیں گے اور وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، دو فرشتوں کے بازوؤں (پروں) پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ زندہ نہ بچے گا جب کہ ان کی سانس حد نگاہ تک پہنچے گی۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور "لد" (ایک مقام فلسطین میں) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔"

---

(۱) [مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر الدجال (۲۹۳۷) احمد (۲۴۸/۴) ابو داؤد (۴۳۲۱) ترمذی (۲۲۴۰) ابن ماجة (۴۰۷۵) حاکم (۵۳۷/۴) طبری (۹۵/۹)]

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور فرشتے:

دیگر انبیاء ورسل کی طرح آنحضرت ﷺ کے پاس بھی جبریلؑ وحی لے کر آیا کرتے تھے۔علاوہ ازیں آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں مختلف فرشتوں کا آپ کے پاس مختلف اغراض ومقاصد کے لیے آنا مذکور ہے، مثلاً طائف کے واقعہ میں پہاڑوں کے فرشتے کی آمد (اس کی تفصیل گزر چکی ہے) اسی طرح جنگوں میں آپ کی مدد کے لیے مختلف فرشتوں کی آمد (اس کی تفصیل آگے ''فرشتوں اور اہل ایمان کے تعلقات'' میں آئے گی) آئندہ سطور میں ہم اس کے علاوہ چند ایک خاص واقعات نقل کریں گے۔

جبریل آپؐ کو امامت کرواتے ہیں:

حضرت ابومسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے نماز پڑھائی میں نے ان کی معیت میں نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ (دوسرے وقت) کی نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، اپنی انگلیوں پر آپؐ نے پانچ نمازوں کو گن کر بتایا۔ (۱)

جبریلؑ آپ کو دم کرتے تھے:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ بیمار ہوتے تو جبریلؑ آپ کو یہ دم کیا کرتے تھے:

''باسم الله يبريك ومن كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد وشر كل ذي عين '' (۲)

(۱) [بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة (۳۲۲۱) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ کو حضرت جبریلؑ نے بیت اللہ کے پاس پانچوں نمازیں دو مختلف وقتوں میں دو مرتبہ پڑھائیں اور پھر فرمایا کہ آپ کی امت کے لیے نمازوں کا وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے دیکھیے: صحیح سنن ابو داؤد (۳۷۷) صحیح الترمذی (۱۲۷) صحیح النسائی (٤٨٨)]

(۲) [مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی (۲۱۸۵)]

''اللہ کے نام کے ساتھ جو تجھے صحت دے گا، ہر بیماری سے شفا عطا کرے گا اور حسد کرنے والے جب حسد کریں تو ان کے حسد سے (پناہ دے گا) اور ہر نظر بد والے کی بد نظر سے محفوظ رکھے گا۔''

اسی طرح حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے:

اے محمدؐ! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! تو انہوں نے یہ دم کیا:

''باسم اللهِ ارقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس او عين كل حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك ''(۱)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا کرے، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں''۔

جبریل آنحضرتؐ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان میں جب جبریلؑ آپؐ سے ملاقات کے لیے آتے تو تب تو آپ کی سخاوت پہلے سے بھی بڑھ جاتی۔ حضرت جبریلؑ رمضان کی ہر رات آپ کے پاس آتے اور آپؐ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

''كان جبريل يعرض على النبيّ القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض فيه '' ''حضرت جبریلؑ اللہ کے رسول کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آنحضرت کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے آنحضرت کے ساتھ دو مرتبہ دورہ کیا۔''

---

(۱) [مسلم ایضا (۲۱۸۶)] (۲) [بخاری: کتاب بدء الوحی: باب (۵) رقم الحدیث (٦) الفاظ یہ ہیں: ''و كان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن''۔]

فرشتے اور آنحضرت کا واقعہ معراج:

فرشتوں نے آپ کو اللہ کے حکم سے ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی اور جنت وجہنم کا مشاہدہ کروایا۔اسی واقعہ کو 'قصۂ معراج' کہا جاتا ہے۔سورۂ اسراء،سورہ نجم اور کتب احادیث میں اس واقعہ کی تفصیلات ملتی ہیں۔ (۱)

فرشتے آنحضرت کی حفاظت فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں نے محمدؐ کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا یہ بات نبی اکرمؐ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''لو فعله لاخلته الملائكة /اگر وہ اس کی کوشش کرتا تو اسے فرشتے اٹھا کر لے جاتے!''(۲)

یہی بات صحیح مسلم میں بھی حضرت ابو ہریرۃؓ سے قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح مذکور ہے:

''ابو جہل کہنے لگا: کیا محمدؐ تمہاری موجودگی میں اپنا چہرہ (اللہ کے لیے) جھکاتا ہے؟لوگوں نے کہا ہاں!تو اس نے کہا:لات اور عزیٰ (بتوں) کی قسم!اگر میں نے اسے ایسا کرتے دیکھا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا اور اس کا چہرہ خاک آلود کردوں گا۔ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب اللہ کے رسولؐ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ آپ کی گردن روندنے کے لیے آگے بڑھا مگر جلد ہی اپنی ایڑھیوں کے بل پیچھے ہٹ آیا۔جب وہ پیچھے ہٹا تو گھبرایا ہوا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا۔لوگوں نے اس سے کہا کہ اب تمہیں کیا ہوا؟اس نے کہا:میرے اور محمدؐ کے درمیان تو آگ کی خندق،خوفناک منظر اور کچھ پَر ہیں!......اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ

((لو دنا مني لاختطفته الملائكة عضوا عضوا))

''اگر وہ میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو بکھیر کر رکھ دیتے!''(۳)

---

(۱) [مثلا دیکھئے:بخاری: کتاب بدء الخلق :باب ذکر الملائکة (۳۲۰۷)]

(۲) [بخاری: کتاب التفسیر :باب قوله تعالیٰ : کلا لئن لم ینته ......(۴۹۵۸)]

(۳) [مسلم: کتاب صفات المنافقین :باب قوله :ان الانسان لیطغیٰ ......(۲۷۹۷)]

باب (۸)

فرشتوں کے اہل ایمان سے تعلقات

اہل ایمان سے محبت

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

((اذا احب الله العبد نادی جبریل: ان الله یحب فلانا فاحبه فیحبه جبریل فینادی جبریل فی اهل السمآء: ان الله یحب فلانا فاحبوه فیحبه اهل السمآء ثم یوضع له القبول فی الارض))(۱)

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریلؑ کو یہ آواز دیتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریلؑ بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر جبریل آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر روئے زمین میں بھی اُسے مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔"

اہل ایمان کے لیے بخشش اور جنت کی دعائیں

فرشتے اہل ایمان کے لیے بخشش ورحمت، جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾

"وہی (اللہ) ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔" [الاحزاب ۴۳]

(۱) [بخاری: کتاب بدء الخلق ۔باب ذکر الملائکة (۳۲۰۹) نیز (۶۰۴۰) نیز (۷۴۸۵) مسلم: (۲۶۳۷)]

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [الشوریٰ/۵]

''قریب ہے (وہ دن جب) آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کر رہے ہیں۔ خوب سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والے اور رحمت کرنے والے ہیں۔''

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے (اور کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہٰذا جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی اتباع کی انہیں بخش دے اور جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے (بھی) ان (سب) کو (جنت میں لے جا) جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو غالب و باحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ! حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کردی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔'' [المؤمن/۷تا۹]

فرشتوں کی دعائیں پانے والے چند خوش نصیب

ا۔ خیر و بھلائی کا سبق دینے والے

حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته واهل السموات والارضين حتى النملة فى جحرها وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير))

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنی بل میں اور مچھلی (پانی میں) ان لوگوں کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں۔اور خود اللہ تعالیٰ بھی ان پر اپنی رحمت نچھاور کرتے ہیں۔''(۱)

۲۔نماز باجماعت کا انتظار کرنے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((فاذا صلی لم تزل الملائکة تصلی علیه مادام فی مصلاه اللهم صل علیه اللهم ارحمه))(۲)

''جب آدمی نماز پڑھ لیتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ (مصلی) پر بیٹھا رہتا ہے۔فرشتے (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: یا اللہ! اس پر رحمتیں نچھاور فرما۔یا اللہ! اس پر رحم کر۔''

۳۔نماز پڑھ کر مصلّٰی پر بیٹھے رہنے والے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لایزال العبد فی صلاة ما کان فی مصلاه ینتظر الصلاة وتقول الملائکة :اللهم اغفرله اللهم ارحمه ،حتی ینصرف او یحدث)) (۳)

''جب تک آدمی نماز گاہ (مصلی یا مسجد وغیرہ) میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، تب تک وہ نماز (پڑھنے والوں) ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں: یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ! اس پر رحم فرما، (فرشتے) یہ دعائیں اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ شخص اٹھ کر چلا نہ جائے یا بے وضو نہ ہو جائے۔''

---

(۱) [ترمذی :کتاب العلم:باب ماجاء فی فضل الفقه (۲۶۸۵)مجمع الزوائد (۱۲۹/۱)صحیح الترمذی (۲۱۶۱)]

(۲) [بخاری :کتاب الاذان: باب فضل صلاة الجماعة (۶۴۷)مسلم :کتاب المساجد (۶۴۹۔۱۵۰۶)]

(۳) [مسلم :کتاب المساجد ۔باب فضل الصلاة المکتوبة فی جماعة وفضل انتظار الصلاة.....(۶۴۹۔۱۵۰۹)]

۴۔اگلی صفوں میں نماز پڑھنے والے

حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته يصلون على الصف الاول))[1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔اور فرشتے بھی ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔''

اس روایت میں صرف پہلی صف کا ذکر ہے جب کہ بعض روایتوں میں اس طرح بھی مذکور ہے:((يصلون على الصفوف الاول))[2]

''یعنی فرشتے اگلی صفوں والوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔''

۵۔صف کے دائیں جانب نماز پڑھنے والے

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته يصلون على ميامن الصفوف))[3]

''جو صفوں کے دائیں جانب نماز پڑھتے ہیں، فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نچھاور کرتے ہیں''

۶۔صفوں میں مل کر کھڑے ہونے والے

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان الله وملائكته يصلون على الذين يصلون الصف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة))[4]

''جو لوگ صفیں ملاتے اور خالی جگہ پُر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرماتے اور ان کے درجے بلند کرتے ہیں اور اللہ کے فرشے ان کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔''

---

(۱) [ابن ماجه :كتاب اقامة الصلاة :باب فضل الصف المتقدم (۹۹۷)یہی روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے بھی مروی ہے ۔(ایضا۔۹۹۹)صحیح ابن ماجه (۸۱۶)]

(۲) [صحیح ابو داؤد (۶۱۸)نیز دیکھیئے :صحیح نسائی (۷۸۱)]

(۳) [ابو داؤد :كتاب الصلاة ۔باب من يستحب ان يلي الإمام في الصف ...(۶۷۶)ابن ماجه :كتاب اقامة الصلاة:باب فضل ميمنة الصف(۱۰۰۵)]

(۴) [ابن ماجه :ایضا۔باب اقامة الصفوف (۹۹۵)صحیح ابن ماجه (۸۱۴)]

۷۔ نبی اکرم پر درود بھیجنے والے

حضرت عامرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مامن مسلم یصلی علی الا صلت علیه الملائکة ماصلی علی فلیقل العبد من ذلک او لیکثر))(۱)

"جو کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے لیے فرشتے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے۔لہٰذا کوئی شخص مجھ پر تھوڑا درود بھیجے یا زیادہ۔" (اب یہ اس کی اپنی مرضی ہے)

۸۔روزہ رکھنے والے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ تعالیٰ وملائکته یصلون علی المتسحرین))(۲)

"جو لوگ روزہ رکھتے (ہوئے سحری کھاتے ہیں) ان پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔"

۹۔مریضوں کی عیادت کرنے والے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"جو شخص شام کے وقت کسی شخص کی عیادت کے لیے جاتا ہے، ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی کی عیادت کے لیے جائے، شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔"(۳)

فرشتے اہل ایمان کی راہنمائی کرتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابتؓ جو معروف شاعر تھے اور اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ کی

(۱) [ابن ماجه :ایضا:باب الصلاة علی النبی (۹۰۷)مسند احمد (۴۴۵/۳)صحیح الجامع ۱۷۴/۵]

(۲) [صحیح الجامع (۱۳۵/۲)]

(۳) [ابو داؤد:کتاب الجنائز:باب فی فضل العیادة...(۳۰۹۶،۳۰۹۷)یہ روایت مرفوعا وموقوفا دونوں طرح صحیح اسناد سے مروی ہے۔دیکھیے:صحیح ابو داؤد(۲۶۵۵)]

شان میں قصائد کہا کرتے تھے، ان سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے کہا:

((یاحسان اجب عن رسول اللہ ،اللھم اید بروح القدس))(۱)

''اے حسانؓ! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ان (مشرکوں) کا جواب دو۔ (پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا) یااللہ! اس کی روح القدس (جبریل امینؑ) کے ساتھ مدد فرما۔''

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ سے جنگ قریظہ کے موقع پر فرمایا کہ: ((اھجھم او ھاجھم وجبریل معک))(۲)

''ان مشرکوں کی ہجو کرو اور جبریلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔''

پچھلے صفحات میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ فرشتہ انسان کے دل میں خیر و بھلائی اور حق کی تصدیق پیدا کرتا ہے جب کہ شیطان اس کے الٹ کرتا ہے۔

فرشتے اہل ایمان کی دعا پر آمین کہتے ہیں:

اہل ایمان کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں جیسا کہ ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((دعوۃ المرء المسلم لاخیہ بظھر الغیب مستجابۃ عندرأسہ ملک مؤکل کلما دعالأخیہ بخیر قال الملک المؤکل بہ امین ولک بمثل))(۳)

''جو شخص اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے خیر و بھلائی کی دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ جب کہ اس دعا کرنے والے کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے اور جب یہ شخص اپنے بھائی کے لیے خیر و بھلائی کی دعا مانگتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی یہی ملے۔''

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لاتدعوا علی انفسکم الا بخیر فان الملائکۃ یؤمنون علی ماتقولون))(٤)

''اپنے لیے ہمیشہ اچھی دعا کرو کیونکہ جو کچھ تم دعا کرتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔''

---

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب ھجاء المشرکین (٦١٥٣)]

(۲) [بخاری: کتاب المغازی: باب مرجع النبی ا من الاحزاب........(٤١٢٣)]

(۳) [مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الدعاء للمسلمین بظھر الغیب (٢٧٣٣) صحیح سنن ابن ماجہ للألبانی (٢٣٤٠)]

(٤) [مسلم: کتاب الجنائز: باب فی اغماض المیت والدعاء لہ اذا حضر (٩٢٠)]

نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں:

احادیث میں جمعہ کے دن اور جمعہ کے خطبہ میں شرکت وغیرہ کے بارے میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں آنے والوں کے اجر وثواب کے لیے فرشتے ان کے نام اپنے رجسٹروں میں لکھ لیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر كمثل الزى يهدى بدنة ثم كالذى يهدى بقرة ثم كبشا ثم دجاجة ثم بيضة فاذا خرج الامام طووا صحفهم ويستمعون الذكر)) (۱)

''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں اور جو لوگ آتے ہیں ان کے نام بالترتیب (اپنے رجسٹروں میں) لکھتے جاتے ہیں۔ جو اول گھڑی میں آتا ہے اس کے لیے اتنا ثواب ہے جتنا ایک اونٹ ذبح کرنے کا اور اس کے بعد (والی گھڑی میں) آنے والے کے لیے ایک گائے کا ثواب ہے، اس کے بعد والے کے لیے ایک بکرے (دنبے) کا اور اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک مرغی کا، اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک انڈے کا۔ اور جب امام آجاتا ہے تو وہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کرکے وعظ سننا شروع کردیتے ہیں۔''

علم وذکر کے حلقوں میں حاضری دیتے ہیں:

روئے زمین میں جہاں کہیں بھی تعلیم وتعلم، وعظ ونصیحت اور ذکر واذکار کی محفل لگی ہو وہاں فرشتے بھی شرکت کرتے ہیں اور پھر ایسی مجلس پر اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمتیں نچھاور فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان لله ملائكة يطوفون فى الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تنادوا هلموا الى حاجتكم قال فيحفونهم باجنحتهم الى السماء

(۱) [بخاری: کتاب الجمعة: باب الاستماع الى الخطبة يوم الجمعة (۹۲۹) مسلم: كتاب الجمعة: باب فضل التهجير يوم الجمعة (۸۵۰)]

الدنیا قال فیسئالھم ربھم عزوجل وھواعلم منھم :مایقول عبادی ؟قال :تقول: یسبحونک ویکبرونک ویحمدونک ......))

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اللہ کی یاد کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ ہمارا مطلب حاصل ہوگیا۔ پھر وہ آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ان پر امنڈتے رہتے ہیں۔ (پھر آخر میں اپنے رب کی طرف چلے جاتے ہیں) پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے ...... حالانکہ وہ اپنے بندوں کے متعلق خوب جانتا ہے ...... کہ میرے بندے کیا کہتے تھے ؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح پڑھتے تھے، تیری کبریائی بیان کرتے تھے، تیری حمد کرتے تھے اور تیری بڑائی بیان کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں نہیں، واللہ! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر ان کا اس وقت کیا حال ہوتا جب وہ مجھے دیکھے ہوئے ہوتے ؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ تیرا دیدار کر لیتے تو تیری عبادت اور بھی زیادہ کرتے، تیری تسبیح بھی سب سے زیادہ کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ دریافت کرتے ہیں: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں ؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: نہیں، واللہ، اے رب! انہوں نے تیری جنت نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے: ان کا اس وقت کیا عالم ہوتا اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا ؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو وہ اس کے طلب گار ہوتے اور سب سے زیادہ اس کے آرزومند ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے ؟ وہ جواب دیتے ہیں: نہیں، واللہ، انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو اس سے بچنے میں وہ سب سے آگے ہوتے اور سب سے زیادہ اس سے خوف کھاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر ان میں سے ایک

فرشتے نے کہا کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ان ذاکرین میں سے نہیں تھا، بلکہ وہ کسی ضرورت سے آ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ (ذاکرین) وہ لوگ ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔''(۱)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا:

((وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده))

''اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سے جس کسی گھر میں کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہاں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان (فرشتوں) کے پاس کرتے ہیں جو اللہ کے ہاں موجود ہیں۔''(۲)

تلاوت قرآن کے وقت فرشتوں کی آمد

حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات وہ سورۃ براۃ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔ اتنے میں گھوڑا بدکنے لگا تو انہوں نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا بھی خاموش ہو گیا۔ تیسری مرتبہ انہوں نے جب تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنا شروع ہو گیا۔ ان کے بیٹے یحیٰی چونکہ گھوڑے کے قریب ہی (لیٹے) تھے اس لیے اس خوف سے کہ کہیں گھوڑا ان کے بیٹے کو تکلیف نہ پہنچائے، انہوں نے تلاوت بند کر دی اور بچے کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔ صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری: کتاب الدعوات: باب فضل ذکر الله عزوجل (۶۴۰۸) مسلم: کتاب الذکر والدعا: باب فضل مجالس الذکر (۲۶۸۹) مسلم کی روایت میں ہے کہ جب محفل برخواست ہوتی ہے تو فرشتے آسمان پر (رب کے پاس) چلے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کرتے ہیں]

(۲) [مسلم: ایضا۔ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر (۲۶۹۹)]

ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے، تلاوت بند نہ کرتے (تو بہتر تھا) انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بچے یحیٰی کو نہ کچل ڈالے کیونکہ وہ گھوڑے کے بالکل قریب پڑا تھا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر یحیٰی کی طرف گیا۔ پھر میں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا تو ایک چھتری نما چیز نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم بھی ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ اسیدؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سننے کے لیے قریب ہو رہے تھے۔ اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے کیونکہ یہ (وہ فرشتے تھے جو) لوگوں سے چھپتے نہیں۔" (۱)

ایمان والوں سے فرشتوں کا مصافحہ!

تلاوت قرآن، دینی تعلیم اور ذکر باری تعالیٰ وغیرہ جیسے نیک اعمال کے وقت فرشتے اہل ایمان کے قریب آتے ہیں۔ اگرچہ یہ دکھائی نہیں دیتے مگر نبی اکرم ﷺ کے بعض فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان ایمان وتقویٰ کی انتہائی اعلیٰ حالت کو پہنچ جائے تو فرشتے اس کے پاس آ کر اس سے مصافحہ کریں۔ مگر ایسی حالت چونکہ انبیاء ہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی اس لیے فرشتے انبیاء ورسل کے پاس اس انداز میں آیا کرتے تھے جب کہ صحابہ کرامؓ جیسے پاکباز نفوس بھی اس سے محروم رہے جیسا کہ حضرت حنظلہ اسدیؓ جو کاتبین وحی میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ

"مجھے حضرت ابو بکرؓ ملے اور فرمانے لگے: حنظلہ کیا حال ہے؟ حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے! ابو بکرؓ نے کہا: سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کی مجلس سے نکل کر اہل وعیال وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں (یعنی پھر دنیا میں مشغول ہو کر آخرت بھول جاتے ہیں) حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پھر میں

(۱) [بخاری: کتاب الفضائل: باب نزول السکینة والملائکة عند قراءة القرآن (۵۰۱۸) مسلم: کتاب صلاة المسافرین۔ باب نزول السکینة لقراءة القرآن (۷۹۶)]

اور ابو بکرؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاتے ہیں اور میں کہتا ہوں: یارسول اللہ ﷺ! حنظلہؓ تو منافق ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کی مجلس سے نکل کر اہل وعیال وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں (یعنی پھر دنیا میں مشغول ہو کر آخرت بھول جاتے ہیں) تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیده !ان لوتدومون علی ماتکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یاحنظلة ساعة وساعة ،ثلاث مرار))(۱)

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم ہمیشہ (ایمان کی) اسی حالت میں رہو جس پر تم میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر آکر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ الگ الگ حالتیں ہیں۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی۔"

اسی طرح ایک اور روایت میںؒ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لو انکم تکونون کما عندی لأظلتکم الملائکة باجنحتها))(۲)

"اگر تم اسی حالت میں رہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ ہی کیے رکھیں۔"

صبح وشام فرشتوں کی آمد ورفت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((یتعاقبون فیکم ملائکة باللیل وملائکة بالنهار ویجتمعون فی صلاة الفجر وصلاة العصر ثم یعرج الذین باتوا فیکم فیسئالهم ربهم وهو اعلم بهم ،کیف ترکتم عبادی ؟فیقولون ترکنا هم وهم یصلون واتیناهم یصلون))(۳)

"رات کے فرشتوں اور دن کے فرشتوں کی تمہارے پاس آمد ورفت مسلسل جاری رہتی ہے اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (رات اور دن کے فرشتوں کا) اکٹھ ہوتا ہے۔ پھر تمہارے

(۱) [مسلم: کتاب التوبة: باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرة .....(۲۷۵۰)]
(۲) [صحیح سنن ترمذی للالبانیؒ (۱۹۹٤)]
(۳) [بخاری: کتاب مواقیت الصلاة ـ باب فضل صلاة العصر (۵۵۵) مسلم (٦٣٦)]

پاس رات بھر رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتے ہیں، کہ میرے بندوں کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔“

فرشتوں کی یہ گواہی ان لوگوں کے بارے میں ہوگی جو وقت پر نماز ادا کرتے ہیں اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے۔ جب کہ بے نماز اس گواہی سے محروم رہتے ہیں اور ان کا نماز نہ پڑھنے کا گناہ کراما کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) نوٹ کر لیتے ہیں۔

خواب میں فرشتوں کا دیدار:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں کچھ لوگ خواب دیکھتے اور اسے آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے اور آپؐ حسب مشیت الٰہی ان کی تعبیر فرماتے۔ میں اس وقت نوعمر تھا اور میرا گھر مسجد ہی تھی اور یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔ چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا: اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھا۔ میں اسی حال میں سو گیا اور دیکھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے جب کہ میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان تھا اور (مارے خوف کے) اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے دکھایا گیا کہ ایک اور فرشتہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈرو نہیں تم کتنے اچھے آدمی ہو، اگر تم نماز اور زیادہ پڑھو۔ پھر وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے لے جا کر مجھے کھڑا کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ جہنم ایک گول کنویں کی طرح ہے اور کنویں کے مٹکوں کی طرح اس کے بھی مٹکے (ڈول) تھے اور ہر دو مٹکوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے جہنم میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر الٹے منہ لٹکا دیا گیا تھا۔ ان میں بعض قریشی لوگ بھی تھے جنہیں میں نے پہچان لیا۔ پھر یہ فرشتے مجھے دائیں جانب لے کر چل دیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

فرماتے ہیں کہ میں نے بعد میں یہ خواب اپنی بہن حفصہؓ (جو اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ مکرمہ تھیں) کے سامنے بیان کیا اور انہوں نے آگے اللہ کے رسول ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا:

((ان عبدالله رجل صالح)) ''یقیناً عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔'' (کاش یہ تہجد کی نماز اور دیگر نوافل کا خاص اہتمام کریں۔ حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ نے نوافل بکثرت پڑھنا شروع کر دیے)(۱)

فرشتے اہل ایمان کو بشارتیں دیتے ہیں:

پچھلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فرشتے انبیاء ورسل کو بشارتیں دینے آیا کرتے تھے۔ جب کہ بعض دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو بھی فرشتے خوشخبریاں اور بشارتیں سنانے کے لیے تشریف لاتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

ایک آدمی کسی دوسرے علاقے میں اپنے کسی (دینی) بھائی سے ملاقات کے لیے جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ جب وہ آدمی اس جگہ سے گزرا تو فرشتے نے اس سے کہا: تم کہاں جارہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس بستی میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے جارہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: تم پر اس نے کوئی احسان کیا تھا جسے تم نبھانے جارہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ اس نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں تو صرف اس لیے اس کے پاس جارہا ہوں کہ مجھے اللہ کی خاطر اس سے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا کہ پھر (خوش ہو جاؤ کیونکہ) میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس (یہ پیغام دے کر) بھیجا گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح تم اس شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہو۔''(۲)

---

(۱) [بخاری: کتاب التعبیر: باب الامن وذهاب الروع فی المنام (۷۰۲۸، ۷۰۲۹) مسلم کتاب فضائل الصحابه: باب من فضائل عبدالله بن عمرؓ (۲۴۷۹) مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رات کو نیند کم کردی۔ (تاکہ بکثرت نوافل ادا کرسکیں)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل الحب فی الله تعالیٰ (۲۵۶۷)]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ کے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ حضرت خدیجہؓ آپ کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پانی ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں ان کے پروردگار اور میری طرف سے سلام کہیے اور انہیں بشارت دیجیے کہ ان کے لیے جنت میں ایک خولدار موتی کا محل ہے جس میں نہ شور وغوغا ہوگا اور نہ ہی تھکاوٹ اور تکلیف۔''(۱)

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ﴾ [حم السجدہ۔۳۰،۳۲]

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں تمہارا جو جی چاہے گا تمہیں ملے گا اور جو کچھ مانگو گے تمہارا ہوگا۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں کہ

''فرشتوں کا یہ نزول ضروری نہیں ہے کہ کسی محسوس صورت میں ہو اور اہل ایمان انہیں آنکھوں سے دیکھیں یا ان کی آواز کانوں سے سنیں۔ اگرچہ اللہ جل شانہ جس کے لیے چاہے فرشتوں کو علانیہ بھی بھیج دیتا ہے، لیکن بالعموم اہل ایمان پر، خصوصاً سخت وقتوں میں جب کہ دشمنانِ حق کے ہاتھوں وہ بہت تنگ ہو رہے ہوں، ان کا نزول غیر محسوس طریقے سے ہوتا ہے، اور ان کی باتیں کان کے پردوں سے ٹکرانے کی بجائے دل کی گہرائیوں میں سکینت واطمینان قلب بن کر اترتی ہیں۔ بعض مفسرین نے فرشتوں کے اس نزول کو موت کے وقت، یا قبر، یا میدانِ حشر کے لیے مخصوص سمجھا ہے۔ لیکن اگر ان حالات پر غور کیا جائے جن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، تو اس میں کچھ شک نہیں رہتا کہ یہاں اس معاملہ کو بیان کرنے کا اصل مقصد اس زندگی میں دین حق کی سربلندی کے لیے جانیں

(۱) [بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب تزویج النبیؐ خدیجة وفضلها (۳۸۲۰) مسلم (۲۳۲)]

لڑانے والوں پر فرشتوں کے نزول کا ذکر کرتا ہے، تاکہ انہیں تسکین حاصل ہو، اور ان کی ہمت بندھے اور ان کے دل اس احساس سے مطمئن ہو جائیں کہ وہ بے یارومددگار نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کے ساتھ ہیں۔ اگر چہ فرشتے موت کے وقت بھی اہل ایمان کا استقبال کرنے آتے ہیں، اور قبر (عالم برزخ) میں بھی وہ ان کی پذیرائی کرتے ہیں، اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز بھی ابتدائے حشر سے جنت میں پہنچنے تک وہ برابر ان کے ساتھ لگے رہیں گے، لیکن ان کی یہ معیت اسی عالم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی وہ جاری ہے۔ سلسلہ کلام صاف بتارہا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں جس طرح باطل پرستوں کے ساتھی شیاطین واشرار ہوتے ہیں اسی طرح اہل ایمان کے ساتھی فرشتے ہوا کرتے ہیں۔ ایک طرف باطل پرستوں کو ان کے ساتھی ان کے کرتوت خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ حق کو نیچا کرنے کے لیے جو ظلم وستم اور بے ایمانیاں تم کر رہے ہو، یہی تمہاری کامیابی کے ذرائع ہیں اور انہی سے دنیا میں تمہاری سرداری محفوظ رہے گی۔ دوسری طرف حق پرستوں کے پاس اللہ کے فرشتے آکر وہ پیغام دیتے ہیں جو آگے کے فقروں میں ارشاد ہو رہا ہے۔ یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جو دنیا سے لے کر آخرت تک ہر مرحلے میں اہل ایمان کے لیے تسکین کا ایک نیا مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں فرشتوں کی اس تلقین کا مطلب یہ ہے کہ باطل کی طاقتیں خواہ کتنی ہی بالادست اور چیرہ دست ہوں، ان سے ہرگز خوف زدہ نہ ہو اور حق پرستی کی وجہ سے جو تکلیفیں اور محرومیاں بھی تمہیں سہنی پڑیں، ان پر کوئی رنج وغم نہ کرو، کیونکہ آگے تمہارے لیے وہ کچھ ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ یہی کلمات جب موت کے وقت فرشتے کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آگے جس منزل کی طرف تم جا رہے ہو وہاں تمہارے لیے کسی خوف کا مقام نہیں ہے، کیونکہ وہاں جنت تمہاری منتظر ہے، اور دنیا میں جن کو تم چھوڑ کر جا رہے ہو ان کے لیے تمہیں رنجیدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ یہاں ہم تمہارے دلی رفیق ہیں۔ عالم برزخ اور میدان حشر میں جب فرشتے یہی کلمات کہیں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہاں تمہارے لیے چین ہی چین ہے، دنیا کی زندگی میں جو حالات تم پر گزرے ان کا غم نہ کرو اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا خوف نہ کھاؤ، اس لیے کہ ہم تمہیں اس جنت کی بشارت دے رہے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔"(۱)

(۱) [تفہیم القرآن (۴/۴۵۵)]

درود پڑھنے والوں کا درود آنحضرتؐ تک پہنچاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام))

''اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کی طرف سے درود وسلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''(۱)

جنگوں میں اہل ایمان کا ساتھ:

اگر حق کی خاطر اہل ایمان کفار کے خلاف برسرپیکار ہوں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اہل ایمان کی مدد فرماتے ہیں۔جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدد کے لیے فرشتوں کو نازل فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾

''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سنتے ہوئے کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے''[الانفال/۹]

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾[آل عمران۔۱۲۳تا۱۲۶]

''(جنگ)بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے،اس لیے اللہ ہی سے ڈروتا کہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔(اور)جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے کہ کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا؟ کیوں نہیں!بلکہ اگر تم صبر وپرہیز گاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو

(۱) [مشكاة المصابيح (۹۲٤)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ''اس کی سند صحیح ہے اور امام حاکم اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے''۔باقی رہی یہ بات کہ یہ سلام اور درود کس طرح آنحضرت ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے تو اس کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔واللہ اعلم!

نشان دار ہوں گے۔ (یعنی ان کی مخصوص علامت ہوگی جس سے تم انہیں پہچان لوگے۔)
یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتادی ہے تاکہ تم خوش ہوجاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہوجائیں ورنہ فتح ونصرت جب بھی ہو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

جنگ بدر میں کتنے فرشتے شریک ہوئے؟

سورۃ انفال میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے جب کہ سورۃ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار بتائی گئی ہے جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنگ بدر میں ایک ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی یا تین ہزار نے یا پانچ ہزار نے؟

اس کے جواب میں مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہلے ایک ہزار فرشتے بھیجے، پھر دو ہزار اور بھیجے اور کل تین ہزار ہوگئے، پھر دو ہزار اور بھیج دیئے اور اس طرح کل فرشتے پانچ ہزار ہوگئے۔ امام طبریؒ، قرطبیؒ وغیرہ نے یہ رائے دی ہے، اسے ہی حافظ ابن کثیرؒ نے یہ کہتے ہوئے اختیار کیا ہے کہ اس سے سورۃ انفال اور سورۃ آل عمران کی آیات میں تطبیق ہوجاتی ہے۔
جب کہ بعض مفسرین کے بقول صرف ایک ہزار فرشتے جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

''جنگِ بدر میں قلیل تعداد اور کمزور اور نہتے مسلمانوں کو ڈھارس بندھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے میدانِ بدر میں بھیج دیئے جیسا کہ سورہ انفال کی آیت ''**فاستجالکم الی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین**'' (۸،۹) سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب جنگ بدر میں ہی یہ مشہور ہوا کہ مکہ سے مزید کمک پہنچ رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہم تین یا پانچ ہزار فرشتے بھیج دیں گے۔ پھر چونکہ کافروں کے لیے مکہ سے کوئی مزید کمک نہ پہنچی تو اور فرشتے بھی نہ آئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتوں کی میدان بدر میں شرکت قرآن پاک سے ثابت ہے۔'' (تیسیر القرآن ۱/۲۸۲)

فرشتوں کی شرکت کا انکار کرنے والے!

بعض لوگوں نے جنگ بدر میں فرشتوں کی آمد سے انکار کیا ہے، ایسے لوگوں کا رد

کرتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں کہ

''ان سب باتوں کے علی الرغم معتزلہ اور ان کے جانشینوں نے بدر میں فرشتوں کی آمد سے انکار کیا ہے۔ یہ لوگ احادیث کو درخور اعتناء سمجھتے ہی نہیں اور قرآن کی آیات کی یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ قرآن میں تو کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فی الواقع فرشتے بھیجے تھے بلکہ رسول ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ کے وقت رسولؐ نے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی خاطر یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو عقلی دلائل دیتے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ: ''کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے تو ایک فرشتہ بھی کافی ہے پھر ہزاروں کی کیا ضرورت تھی''؟ یا یہ کہ ''اگر فرشتوں سے ہی کام لینا تھا تو صرف ملک الموت ہی کافی تھا، جو سب کی روحیں قبض کر لیتا بلکہ اگر ایسا ہی معاملہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے کافر پیدا ہی کیوں کیے''؟ یا یہ کہ ''فرشتے اگر اجسام کثیفہ تھے تو ان میں طاقت ہی کیا تھی جو کسی کو قتل کرتے'' وغیر ذلک من الخرافات. ان دلائل میں جتنا وزن ہے وہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں لہذا ہم ان کے جواب میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے جو اللہ کی حکمت بالغہ کے منافی ہیں اور ایسے اعتراضات تو شریعت کی ایک ایک بات پر کیے جا سکتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا اللہ اور اللہ کے کلام پر ایمان کس قسم کا ہے؟'' (ایضاً ص ۲۸۵)

واضح رہے کہ منکرین ملائکہ کے تمام شبہات کا ازالہ ہم آخری باب میں بالتفصیل پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ!

کیا فرشتوں نے جنگ میں حصہ لیا؟

بعض لوگ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتے نازل ہوئے تھے مگر وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان فرشتوں نے بھی باقاعدہ قتال میں حصہ لیا تھا مثلاً سورہ انفال کی مذکورہ آیت کے تحت مولانا مودودیؒ رقمطراز ہیں کہ

''جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعے سے معلوم ہیں ان کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال میں یہ کام نہیں لیا گیا ہوگا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں بلکہ شاید اس کی صورت یہ ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔ واللہ اعلم بالصواب'' (تفہیم القرآن ۱۳۴/۲)

ہمیں مولانا کی اس رائے سے اختلاف ہے اس لیے کہ کئی ایک صحیح احادیث سے یہ

ثابت ہے کہ فرشتوں نے قتال میں براہ راست حصہ لیا تھا۔ ازراہ اختصار چند احادیث پیش کی جاتی ہیں مثلاً:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے روز ایک (انصاری) مسلمان آدمی کسی کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز آئی اور سوار کی بھی آواز آئی جو کہہ رہا تھا حیزوم! (یہ اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔ اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔ اس کی ناک پر (کوڑے کا) نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا گویا کسی نے اسے کوڑے سے مارا ہے پھر اس کا سارا جسم ہی سبز ہو گیا۔ وہ انصاری مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ آپ کے حضور بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔ یہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لیے آئے تھے۔(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا:

((ھذا جبریل آخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب))

''یہ جبریلؑ ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کو پیشانی سے پکڑ رکھا ہے اور ان کے پاس آلات حرب بھی ہیں۔''(۲)

جبریلؑ کے پاس جو گھوڑا اور ہتھیار تھے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ آپ بھی دیگر لوگوں کی طرح گھوڑا اور اسلحہ لے کر دشمن سے لڑائی کے لیے آئے تھے۔ اب اگر آپ نے لڑائی میں شرکت نہیں کی تو پھر اس گھوڑے اور اسلحہ کے ذکر کا کیا مطلب؟

۳۔ حضرت سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جنگ بدر کے موقع پر دیکھا کہ ابھی ہم کسی مشرک کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھاتے ہی تھے کہ اس کی گردن تلوار لگنے سے پہلے ہی جا گرتی تھی۔(۳)

---

(۱) [مسلم: کتاب الجهاد۔باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر (۱۷۶۳)]

(۲) [بخاری؛ کتاب المغازی: باب شهود الملائكة بدرا(۳۹۹۵)]

(۳) [تفسیر قرطبیؒ (۱۸۹/٤) بحواله دلائل النبوة للبیهقی (۵۵/۳تا۵۷) امام قرطبیؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالے سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے روز لوگ فرشتوں کے ہاتھوں مارے جانے والے کافروں کو اس طرح پہچان لیتے تھے کہ ان کی گردنیں اور انگلیوں کے پورآگ کے داغ سے اس طرح نشان زدہ ہوتے جس طرح کہ انہیں جلا دیا گیا ہو۔]

۴۔ اسی طرح جنگ احد میں بھی فرشتوں نے لڑائی میں حصہ لیا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت سعد بن وقاصؓ سے مروی ہے کہ ''میں نے احد کے روز اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو آپ کے ساتھ سفید کپڑے پہنے ہوئے دو آدمی تھے جو آپ ﷺ کی طرف سے (دشمن کے خلاف) بڑی سخت لڑائی کر رہے تھے۔ میں نے ان (دونوں) کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔''(۱)

مشکلات میں اہل ایمان سے تعاون:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح مصائب و مشکلات اللہ کی طرف سے آتی ہیں اسی طرح اللہ ہی کے حکم سے یہ دور ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾ (یونس/۱۰۷)

''اگر تمہیں کوئی تکلیف اللہ پہنچائیں تو اسے اس کے علاوہ اور کوئی دور کرنے والا نہیں۔''

اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو کسی ظاہر ذریعہ کے بغیر بھی انسان کی مشکلات کو دور فرما سکتے ہیں مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی ظاہری ذریعہ اور بہانہ بنا کر ایسا کرتے ہیں۔ کسی مومن کی مشکل دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنے فرشتوں کو بھیجنا بھی ایک ذریعہ ہے مگر یہ ذریعہ ہر مومن کے لیے اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ کسی نبی اور رسول یا انتہائی متقی شخص کے لیے ہی ایسا کیا جاتا ہے اور وہ بھی شاذ و نادر۔ چونکہ احادیث میں ایسے واقعات ملتے ہیں اس لیے ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا مثلاً صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

''حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ام اسماعیل (ہاجرہ) اور بیٹے اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر مکہ میں چلے آئے، اس وقت ہاجرہ حضرت اسماعیلؑ کو ابھی دودھ پلایا کرتی تھیں۔ ابراہیمؑ نے بیوی اور بیٹے دونوں کو ایک بہت بڑے درخت کے پاس بٹھا دیا یہ درخت اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے۔ ان دنوں مکہ مکرمہ میں کوئی انسان نہیں بستا تھا اور نہ ہی وہاں کہیں

(۱) [بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة احد (٤٠٥٤) مسلم: کتاب الفضائل: باب اکرامه بقتال الملائكة معه (٢٣٠٦) مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ جبریلؑ اور میکائیلؑ تھے]

پانی تھا۔ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے چمڑے کے ایک تھیلے میں کھجوریں اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا پھر ابراہیمؑ واپس چل دیئے۔(جب ابراہیمؑ اس طرح بے آب بگیاہ صحرا میں انہیں چھوڑ کر واپس مڑے تو)اس وقت ان کی بیوی ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں :اے ابراہیمؑ اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی انسان اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیمؑ ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے۔آخرکار حضرت ہاجرہؑ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ابراہیمؑ نے فرمایا:ہاں !اس پر حضرت ہاجرہؑ پکار اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا اور ہمیں ہلاک نہیں کرے گا۔چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیمؑ وہاں سے روانہ ہوگئے اور جب آپ ثنیہ نامی پہاڑی پر پہنچے جہاں سے آپ کے یہ اہل وعیال دکھائی نہیں دیتے تھے تو ادھر رخ کیا جہاں اب کعبہ ہے(یعنی جہاں پر وہ ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو چھوڑ کر آئے تھے)پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے یہ دعا مانگی!

''اے پروردگا!میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے آب ودانہ میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسادیا ہے۔اے ہمارے پروردگار!یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں کا رزق عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔''(سورہ ابراہیم ر۳۱)

ادھر اسماعیلؑ کی والدہ انہیں دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں،آخر جب مشک کا سارا پانی ختم ہوگیا تو وہ بھی پیاسی ہوگئیں اور ان کے لخت جگر بھی پیاس سے بلکنے لگے۔وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ ان کا لخت جگر شدت پیاس سے بلک رہا ہے وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہورہا تھا۔قریب ہی صفا پہاڑی تھی چنانچہ وہ (پانی کی تلاش میں)اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کرکے دیکھنے لگیں کہ شاید کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن انہیں کوئی انسان نظر نہیں آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھالیا(تاکہ دوڑے وقت الجھن نہ ہو)اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں۔پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہوکر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن (ادھر بھی)کوئی نظر نہ

آیا اسی طرح انہوں نے (صفا اور مروہ پر) سات چکر لگائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''(حج کے موقع پر صفا و مروہ کے درمیان) لوگوں کے لیے سعی کرنا اسی لیے مشروع ہوا۔'' (یعنی حج کا حصہ بنا)

پھر جب (ساتویں مرتبہ) وہ مروہ پہاڑی پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنے آپ سے کہا: خاموش! پھر آواز کی طرف کان لگا دیئے اور کہا: تمہاری آواز میں نے سنی ہے، اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو کرو۔'' آپ دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم (کا چشمہ) ہے، وہاں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑھی سے زمین میں گڑھا کر دیا (یا راوی نے یہ کہا کہ فرشتے نے اپنے پر (بازو) سے گڑھا کر دیا) جس سے وہاں پانی ابل آیا۔ حضرت ہاجرہؓ نے اسے اپنے ہاتھ سے حوض کی شکل میں بنا دیا (تاکہ پانی بہنے نہ پائے) اور چلو سے اپنے مشکیزہ میں پانی ڈالنے لگیں۔ مشکیزہ بھرنے کے بعد بھی پانی ابلتا رہا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ام اسماعیلؑ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتی (یعنی حوض نہ بناتیں) تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت میں ہوتا۔'' (یعنی جہاں سے پانی گزرتا وہ جگہ ہمیشہ کے لیے جاری نہر کی شکل اختیار کر لیتی) راوئ حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ مزید فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت ہاجرہؓ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہیں خدا کا گھر ہوگا جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔''(۱)

اسی طرح طائف کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کی مدد کے لیے پہاڑوں کے فرشتے کو نازل فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس نوعیت کے بعض واقعات مل جاتے ہیں، تاہم فرشتوں کی مدد کا یہ معنی نہیں کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر انہیں اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کر دے بلکہ ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور اسی سے فریاد کریں پھر یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری پکار کو قبول کرتے ہوئے براہ راست ہماری مدد فرماتے ہیں یا کسی ذریعہ سے۔

(۱) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء دباب یزفون، النسلان فی المشی (۲۳٦٤)] یہ فرشتہ کون تھا؟ اس کے بارے میں دیگر روایات میں ہے کہ یہ حضرت جبریلؑ تھے۔ [ایضا (۲۳٦٥)]

ایک شہید پر فرشتوں کا سایہ:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میں روتے ہوئے گیا تا کہ اپنے والد کے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیدار کروں۔ (چونکہ میرے والد کی لاش کا کافروں نے مثلہ کر دیا تھا اس لیے) لوگوں نے مجھے لاش دیکھنے سے روک دیا لیکن نبی اکرمؐ نے مجھے منع نہ فرمایا، (جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو) اسی اثنا میں میری پھوپھی فاطمہ رونا شروع ہو گئیں تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم رو رہی ہو یا آپؐ نے کہا تم رونا بند کر دو (راوی کو شک ہے کہ ان دونوں جملوں میں سے کوئی ایک جملہ آپ نے کہا اور فرمایا) کیونکہ اس کا جنازہ اٹھائے جانے تک فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے رہے ہیں۔ (۱)

فرشتے مکہ اور مدینہ کے مومنوں کو دجال سے محفوظ رکھیں گے:

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ (اليه) كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ)) (۲)

”مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال روند ڈالے گا۔ ان (مکہ و مدینہ) کی ہر گھاٹی پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر نکال (کر دجال کی طرف بھیج) دے گا“۔

ملک شام کے مسلمان اور فرشتے:

(۱) [بخاری: كتاب الجنائز: باب الدخول على الميت بعدا --- (۱۲۴۴) نیز دیکھیے باب/۳۴ (۱۲۹۳) كتاب الجهاد: باب ظل الملائكة على الشهيد (۲۸۱۶۔۴۰۸۰)]

(۲) [بخاری: كتاب فضائل المدينة: باب لا يدخل المدينة الدجال (۱۸۸۱) (۷۱۳۴) مسلم (۲۹۴۲) احمد (۳۰۰/۲)]

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((یاطوبی للشام یاطوبی للشام یاطوبی للشام قالوایارسول الله !ولم ذلک؟قال تلک ملائکة الله باسطو اجنحتها علی الشام))

''ملک شام (کے رہنے والوں) کے لیے خوشخبری ہے، یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی تو صحابہ کرامؓ نے کہا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے فرشتوں نے اس پر اپنے پر پھیلا رکھے ہیں۔''(۱)

صالحین کے جنازے میں فرشتوں کی حاضری

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انتہائی نیک لوگوں کے جنازے میں فرشتے بھی شرکت کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ (حضرت سعد بن معاذؓ کو دفنانے کے بعد) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((هذا الذی تحرک له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفا من الملائکة))(۲)

''اس آدمی کے لیے عرش لرز اٹھا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے ہیں۔''

❁....❁....❁

---

(۱) [ترمذی(۲/۳۳۱)مسنداحمد(۵/۱۸۴،۱۸۵)حاکم(۲/۲۲۹)ابن حبان مع موارد الظمان (۲۳۱۱)امام ترمذی، حاکم، ذہبی، منذریؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ: "تخریج احادیث فضائل الشام و دمشق" للالبانیؒ (ص:۱۰۰۹)]

(۲) [سنن نسائی: کتاب الجنائز: باب ضمة القبر وضغطته (۲۰۵۷)صحیح سنن نسائی (۱۹۴۲)]

باب (۹)

فرشتے اور کافر وفاسق لوگ!

گزشتہ سطور میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ فرشتوں کے تعلقات باہمی تعاون اور خیر وبھلائی کے جذبات پر مشتمل ہیں۔فرشتے اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں،ان کی کامیابی کے لیے دعا مانگتے ہیں اور مشکلات میں اللہ کے حکم سے ان کی مدد کرتے ہیں۔جب کہ کافر وفاسق اور اللہ کے باغیوں سے فرشتے نہ محبت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں اچھے جذبات رکھتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ایسے لوگوں کے لیے فرشتے عذاب کا کوڑا بن کر برستے ہیں اور ان پر لعن طعن بھی کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ جو مسلمان اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرے،فرشتے اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں اور بسا اوقات ان پر بھی لعنت بھیجتے ہیں۔آئندہ سطور میں ہم کافروں اور بدعمل مسلمانوں (فاسقوں) کے بارے میں فرشتوں کے تعلقات کی یہی نوعیت واضح کریں گے۔

کافروں پر عذاب:

جب کسی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل کر کے انہیں تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔یہ عذاب آندھی،طوفان اور سیلاب کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے اور پتھروں کی بارش،شکلوں کی تبدیلی اور تباہی وبربادی کی کسی اور شکل میں بھی۔کبھی یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے کُن (ہوجا) کہنے سے بھی واقع ہوجاتا ہے اور کبھی فرشتوں کے ہاتھوں سے۔جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ فرشتے نازل ہوئے جنھوں نے کفار مکہ کو تباہی سے دوچار کیا۔اسی طرح قوم لوط کی تباہی میں فرشتوں نے اس طرح شرکت کی کہ عذاب سے پہلے حضرت لوطؑ کو مطلع کر دیا کہ اللہ کے حکم سے اس قوم پر عذاب آنے والا ہے لہٰذا آپ اپنے پیروکاروں کو لے کر راتوں رات یہاں سے ہجرت کر جائیں۔پھر صبح کے وقت اس قوم پر اللہ کے عذاب کا کوڑا قرآن مجید کے

الفاظ میں اس طرح برسایا گیا:

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ [هود/۸۲،۸۳]

''پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا (تو) ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا، اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے اور تیرے رب کی طرف سے (وہ) نشان دار تھے اور ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔''

ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

''فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپؑ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوطؑ تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں، ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبار کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ اور کوئی نہیں، آہ! میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ گواہی دے چکے ہیں۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج وافسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے: میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے پھر فرشتوں سے کہا، دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔ پھر آپ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا: لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور انؑ سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کیے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر آ گئے۔ چاروں طرف سے آپؑ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں، فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی

اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ حضرت لوطؑ سے آپؑ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان (بدکاروں) کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوطؑ اپنی اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ سدیؒ وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ وبالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت، وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ (صحیح بخاری میں ہے "سجین/سجیل" دونوں ایک ہی ہیں۔ "منضود" سے مراد پے در پے تہہ، ایک کے بعد ایک کے ہیں) ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا، اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے، ان پر بھی وہیں گرے، ان میں سے جو جہاں تھا، وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے، وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: حضرت جبرئیلؑ نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپؑ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکے دکے جو رہ گئے تھے، ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے اور محض بے نام ونشان کر دیئے گئے۔ (1)

کیا قوم لوط پر عذاب آتش فشانی انفجار تھا؟

بعض اہل علم نے قوم لوط پر آنے والے اس عذاب کی یہ توجیہ کی ہے:

''غالباً عذاب ایک سخت زلزلے اور آتش فشانی انفجار کی شکل میں آیا تھا۔ زلزلے نے ان

(1) [تفسیر ابن کثیرؒ، مترجم (2/719، 720)]

کی بستیوں کو تل پلٹ کیا اور آتش فشاں مادے کے پھٹنے سے ان کے اوپر زور کا پتھراؤ ہوا۔ پکی ہوئی مٹی کے پتھروں سے مراد شاید وہ متحجر مٹی ہے جو آتش فشاں علاقے میں زیر زمین حرارت اور لاوے کے اثر سے پتھر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔''(۱)

اس تاویل پر نقد کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ رقمطراز ہیں کہ

''بعض لوگ اس عذاب الٰہی کی یہ عقلی توجیہ پیش کرتے ہیں کہ یہ آتش فشانی انفجار تھا۔ زمین سے شدید قوت کے ساتھ لاوا پھوٹا جس نے اس خطہ زمین کو اوپر اٹھالیا جو بعد میں نیچے گر گیا۔ پھر اسی لاوا کا مائع مادہ فضا میں پہنچ کر منجمد ہو کر کھنگروں کی صورت میں اس خطہ زمین پر برساتھا۔ یہ توجیہ ویسے تو دل لگتی ہے۔ مگر ہمیں اس توجیہ کو قبول کرنے میں تامل ہے۔ یہ محض ایک طبعی واقع نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے خاص اسی مقصد کے لئے بھیجے تھے جس کی صراحت ان آیات میں موجود ہے البتہ دوسری قوموں پر جو عذاب آتے رہے انہیں طبعی اسباب کے تحت قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ واقعات بھی اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے تحت ہی واقع ہوئے تھے۔''(۱)

کافروں پر لعنت!

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ [آل عمران/۸۶،۸۷]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیل آجانے کے بعد کافر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا۔ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ [البقرۃ/۱۶۱]

''بلاشبہ جو کافر لوگ اپنے کفر ہی میں مرجائیں، ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

(۱) [تفہیم القرآن (ج:۲ص:۳۵۹)]
(۲) [تیسیر القرآن (ج:۲ص:۳۶۳)]

صحابہ کرام کو گالیاں دینے والوں پر لعنت!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین"

''جس شخص نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔''(۱)

خاوند کی نافرمانی کرنے والی عورت پر لعنت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا:

((اذا دعا الرجل امراته الی فراشه فابت ان تجیء لعنتها الملائکة حتی تصبح))

''جب آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ (ہمبستری سے) انکار کردے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''(۲)

بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت!

حضرت علیؓ کے پاس نبی اکرم ﷺ کی احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جس میں یہ حدیث بھی تھی:

"من احدث فعلی نفسه ومن احدث حدثا او آوی محدثا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین"(۳)

''جس شخص نے کوئی بدعت جاری کی، اس کا بوجھ اسی کی گردن پر ہوگا اور جس شخص نے کوئی بدعت جاری کی یا بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [المعجم الکبیر للطبرانی بسند حسن بحواله عالم الملائکة الابرار (ص۸۳)]

(۲) [بخاری: کتاب النکاح: باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها (۵۱۹۳) مسلم ایضا (۱۴۳۶)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الدیات: باب ایقاد المسلم من الکافر (۴۵۲۱) نسائی (۴۷۳۴)]

''مدینہ، عائر نامی پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس کسی نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہے نہ نفل۔''(۱)

بدعہدی کرنے والے پر لعنت!

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ذمة المسلمين واحدة فمن اخفر مسلما فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ،لايقبل منه صرف ولاعدل))[ايضا]

''تمام مسلمانوں کا ذمہ (اس سے مراد وہ عہد ہے جو میدان میں کفار کی جان بخشی کے لیے دیا جاتا ہے، اسے 'امان' بھی کہا جاتا ہے) ایک ہی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان) میں کسی دوسرے مسلمان نے بدعہدی کی تو اس (بدعہدی کرنے والے) پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (اس کے علاوہ) اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ نفل۔''

اپنے بھائی پر اسلحہ تان لینے والے پر لعنت!

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم (ابو القاسم ﷺ) نے فرمایا:

((من اشار الى اخيه بحديده فان الملائكة تلعنه حتى يدعه وان كان اخاه لابيه وامه))(۲)

''جب کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی پر اسلحہ تانا، تو اس پر اس وقت تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اسے ہٹا نہ لے۔ خواہ وہ شخص اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔''

واضح رہے کہ تعلیم وتربیت (ٹریننگ) یا غیر ارادی طور پر اسلحہ کا اشارہ اس سے مستثنیٰ

(۱) [بخاری : کتاب فضائل المدینة :باب حرم المدینة (۱۸۷۰)مسلم :کتاب الحج: باب فضل المدینة ودعاء النبیﷺ فیها بالبرکة (۱۳۷۰)]

(۲) [مسلم :کتاب البر والصلة :باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم (۲۶۱۶)]

ہے۔جبکہ اس حدیث سے مراد انسان کی اس حالت کی مذمت ہے جب وہ غصہ میں آ کر دوسرے مسلمان کی طرف اپنا اسلحے کا رخ کر لیتا ہے۔

اللہ کے قوانین میں رکاوٹ ڈالنے والے پر لعنت!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ومن قتل عمدا فهو قود ومن حال بينه وبينه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفا ولاعدلا))[1]

''جو شخص عمداً قتل کیا جائے تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص اس قاتل اور قصاص کے درمیان رکاوٹ پیدا کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اور ایسے شخص کے نہ فرائض قبول ہیں اور نہ نوافل۔''

قتل کے بدلے قتل (قصاص) ایک شرعی ضابطہ ہے جس سے نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی تردد کا اظہار البتہ اس کے باوجود شریعت میں قاتل کو قتل کرنے کی بجائے معاف کر دینے کی سہولت ورعایت بھی دی گئی ہے لیکن اس معافی کا اختیار مقتول کے ورثا کو ہے لہذا اگر ورثا معافی پر تیار نہ ہوں تو قاتل کو بطور قصاص قتل کی سزا دی جائے گی اور اس سزا میں رکاوٹ بننے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

۞....۞....۞

(۱) [نسائی : کتاب القسامة_باب من قتل بحجر او سوط (٤٧٩٤)صحیح سنن نسائی]

باب (۱۰)

فرشتوں کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں

فرشتوں سے متعلقہ جملہ تفصیلات گزشتہ سطور میں گزر چکی ہیں، اس باب میں ہم اس پہلو پر روشنی ڈالیں گے کہ فرشتوں کے کون سے حقوق ہمارے ذمہ لازم ہیں اور ہمیں فرشتوں کے بارے میں کن جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور فرشتوں کی محبت اور دعائیں حاصل کرنے کے لیے ہمیں کون سے اعمال کرنے چاہئیں۔

فرشتوں پر ایمان لانا:

ایمان کے بنیادی ارکان میں ایک یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لائیں۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ......

''فرشتے اللہ کی معزز مخلوق ہیں، ان کے جسم نورانی اور انتہائی لطیف ہیں، وہ غیبی مخلوق ہیں، عام حالات میں ہم انہیں نہیں دیکھ پاتے، وہ ایسی شکلیں اختیار کرنے پر قادر ہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں، فرشتوں کو بے پناہ قوت حاصل ہے، ان کی تعداد کا کوئی شمار نہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے، وہ اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں، وہ اللہ کی لمحہ بھر بھی نافرمانی نہیں کرتے، ان کا کام صرف وہ ہے جو اللہ انہیں کہہ فرمادے، وہ شادی بیاہ نہیں کرتے، ان کی اولاد نہیں، انہیں کھانے پینے یا دیگر شہوات کی خواہش نہیں، وہ نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، بلکہ وہ اللہ کے عبادت گزار اور معزز ومکرم بندے ہیں''۔

گزشتہ صفحات میں ان تمام چیزوں کی تفصیل دلائل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اب ہم فرشتوں کے وہ حقوق ذکر کریں گے، جو ہم انسانوں پر عائد ہوتے ہیں۔

فرشتوں سے محبت کرنا:

جس طرح فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح ان سب سے محبت کرنا اور

ان کے بارے میں اچھے جذبات رکھنا بھی ضروری ہے ۔یہودیوں نے بعض فرشتوں سے بغض وعداوت کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ ،اس کے فرشتوں ،اس کے رسولوں اور جبریلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہو(وہ کافر ہے)اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔'' [البقرة/۹۸]

فرشتوں کو برا بھلا نہ کہنا:

جو شخص فرشتوں کو گالی دے یا ان کی عیب جوئی کرے ،اس کے بارے میں ائمہ اسلاف نے بڑے سخت فتوے دیئے ہیں ۔مثلاً قاضی عیاضؒ امام سحنونؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''جس شخص نے کسی فرشتے کو گالی دی ،اس کی سزا قتل ہے۔''(۱)

اسی طرح امام سیوطیؒ امام قرافیؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

''واضح رہے کہ ہر مکلف (بالغ وصاحب اختیار) شخص پر لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء کی تعظیم کرے ،اسی طرح تمام فرشتوں کی بھی تعظیم کرے ۔اور جس شخص نے ان کی تعظیم کے منافی کوئی کام کیا اس نے گویا کفر کیا۔خواہ صراحتاً ایسا کرے یا اشارۃً ۔لہذا کسی شخص نے اگر انتہائی جبار آدمی کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ جہنم کے داروغے 'مالک' سے بھی زیادہ سخت دل ہے ،تو وہ کافر ہو جائے گا۔اسی طرح اگر کسی شخص نے انتہائی بدصورت شخص کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ منکر ونکیر سے بھی زیادہ وحشت ناک ہے تو وہ بھی کافر ہے ۔بشرطیکہ اس طرح کہنے والے نے بطور تنقیص (اور عیب جوئی کی خاطر) یہ بات کہی ہو۔'' [ایضاً]

معلوم ہوا کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے جب کہ ہمارے ہاں عام طور پر فرشتوں کی تعظیم کے حوالے سے یہ بات مدنظر نہیں رکھی جاتی اور ایسے جملے عیب جوئی کے طور پر عام کہہ دیئے جاتے ہیں حالانکہ ان سے اجتناب اور احتیاط بہت ضروری ہے۔

(۱) [الحبائك في اخبار الملائك للسيوطي (ص/۲٥٤)بحواله "عالم الملائكة الابرار" از عمر سليمان الاشقر(ص-۷۷،۷۸)]

نماز میں دائیں جانب تھوکنے سے اجتناب کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

((اذا قام احدکم الی الصلاۃ فلایبصق امامه فانما یناجه الله مادام فی مصلاہ ولاعن یمینه فان عن یمینه ملکا ولیبصق عن یسارہ اوتحت قدمه فیدفنھا)) (۱)

"جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ نماز والی جگہ پر ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کررہا ہوتا ہے۔اسی طرح اپنے دائیں جانب بھی نہ تھوکے کیونکہ دائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے۔البتہ اپنے بائیں جانب یاقدم کے نیچے تھوک لے پھر اسے دفن کردے۔"

جن چیزوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں ان سے احتیاط کرنا:

عام طور پر وہ تمام اشیاء جنھیں لوگ ناپسند کرتے ہیں مثلاً گندگی ،بدبو،فحش حرکتیں، گالی گلوچ وغیرہ ان سب چیزوں کوفرشتے بھی ناپسند کرتے ہیں اوران کا ارتکاب دیکھ کر انہیں اذیت بھی ہوتی ہے ۔اس لیے ان تمام چیزوں سے احتیاط کرنی چاہیے۔تاکہ ہمارے دائیں بائیں موجود فرشتے ہم سے نفرت نہ کریں اور نہ ہی انہیں ہم سے کوئی اذیت پہنچے۔فرشتوں کوجن چیزوں سے اذیت ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نماز سے پہلے آدمی لہسن ، پیاز اوراس طرح کی بو والی کوئی چیز (سگریٹ وغیرہ)استعمال کر کے مسجد میں آئے ۔اسی لیے نبی اکرمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا:

((من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنة فلایقربن مسجدنا فان الملائکة تتاذی مما یتاذی منه الانس)) (۲)

"جوشخص یہ بدبودار درخت (یعنی کچا پیاز ،لہسن وغیرہ) کھائے وہ (اس کی بدبوختم ہونے سے پہلے)ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جن چیزوں سے لوگوں کوتکلیف ہوتی ہے، ان سے فرشتوں کوبھی تکلیف ہوتی ہے۔"

---

(۱) [بخاری : کتاب الصلاۃ : باب دفن النخامة فی المسجد(٤١٦)]

(۲) [مسلم :کتاب المساجد: باب نھی من اکل ثوبا او بصلا او کراثا......(٥٦٤)]

اللہ کی نافرمانی اور کارِ گناہ سے پرہیز:

جس چیز سے فرشتوں کو سب سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ یہ نافرمانی صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی شکل میں ہو یا کفر وشرک کی صورت میں۔ ان نافرمانیوں اور گناہ کے کاموں کو اگرچہ کراما کاتبین فوراً لکھتے جاتے ہیں مگر ایسے نافرمانوں کے پاس یا ان کے گھروں میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس لیے کہ رحمت کے فرشتوں کو اس بات سے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کوئی اللہ مالک الملک کی نافرمانی کرے۔ اس سلسلہ میں چند ایک چیزیں بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں

حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لا تدخل الملائکۃ بیتا فیه کلب ولا تصاویر))[1]

''جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

اس حدیث میں تین چیزیں قابلِ توضیح ہیں:

(۱) کتے کو ایک گندے، ذلیل اور خسیس جانور کی حیثیت دی گئی ہے۔[2] اور اسے شوقیہ طور پر گھر میں رکھنے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ بلکہ احادیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کتا گھر میں رکھنے سے ثواب میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ البتہ تین صورتوں میں اس کی آنحضرتؐ نے رخصت دی ہے:

(۱) گھر کی حفاظت کے لئے۔ (۲) کھیت کھلیان اور (۳) جانوروں کی رکھوالی کے لئے (صحیح بخاری)

---

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب التصاویر (۵۹۴۹) مسلم: کتاب اللباس (۲۱۰۶)]

(۲) [مثلاً ایک حدیث میں ہے: ((لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی هبته کالکلب یرجع فی قیئه)) ''بری مثال ہمارے لیے نہیں ہے (یعنی یہ کہ) جو شخص تحفہ دے کر واپس مانگتا ہے وہ کتے کی طرح ہے جو قے کرکے اسے چاٹتا ہے''۔ بخاری: کتاب الهبته: باب لایحل لأحد ان یرجع فی هبته وصدقته (۲۶۲۱)]

(۲) تصویریں دوطرح کی ہوتی ہیں ایک ذی روح اشیا کی اور دوسری غیر ذی روح (یعنی بے جان اشیاء کی) مذکورہ حدیث میں جن تصویروں کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ تصاویر ہیں جو ذی روح (جاندار) اشیا کی ہوں کیونکہ ذی روح اشیا کی تصاویر بنانے سے سخت منع کیا گیا ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

((ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ماخلقتم))

''جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی تھیں اب انہیں زندہ کر کے دکھاؤ!'' (اور وہ انہیں زندہ نہیں کر پائیں گے)(۱)

جبکہ غیر ذی روح اشیا کی تصاویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت سعید بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور ابن عباسؓ سے آ کر اس نے کہا:

''اے ابو عباس (یہ آپ کی کنیت تھی) میں انسان ہوں، میری معیشت میرے ہاتھ کی کاریگری ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں؟ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہی بات بتاؤں گا جو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے (اس بارے میں) سنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی اسے اللہ تعالیٰ یقیناً عذاب سے دوچار کریں گے (اور اس وقت تک عذاب دیں گے) جب تک وہ اس تصویر میں روح نہ ڈال دے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکتا۔ یہ حدیث سن کر اس کا سانس بہت زیادہ پھول گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (ان کی یہ حالت دیکھ کر) فرمایا: کم بخت اگر تو نے تصویر سازی ہی کرنا ہے تو پھر درخت وغیرہ جن میں روح نہیں ہوتی ان کی تصاویر بنالیا کرو۔''(۲)

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب عذاب المصورین یوم القیامة (۵۹۵۰) مسلم: کتاب اللباس (۲۱۰۸) نسائی (۵۳۷۶) مسند احمد (۲/۱۲۶)]

(۲) [بخاری: کتاب البیوع: باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح وما یکره من ذلك۔۔۔ (۲۲۲۵) مسلم: کتاب اللباس: باب تحریم تصویر صورة الحیوان (۲۱۱۰) مسند احمد (ج ۱/ص ۳۵۹، ۲۴۶، ۲۱۶، ۳۵۰، ۳۶۰) ابو داؤد (۵۰۲۴) ترمذی (۱۷۵۱)]

جاندار اور بے جان اشیا کی تصاویر میں مذکورہ بالا فرق اور بے جان اشیا کی تصاویر کی اجازت کی یہ روایت اگرچہ ابن عباسؓ کا اپنا فتویٰ ہے تاہم ان کے فتوی کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کہ جن میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے کہ:

((ا تانی جبریل فقال: انی کنت اتیتک البارحة فلم یمنعنی ان اکون دخلت علیک البیت الذی کنت فیه الا انه کان فی باب البیت تمثال الرجال و کان فی البیت کلب فمر برأس التمثال الذی بالباب فلیقطع فیصیر کهیئة الشجرة ومر بالستر فلیقطع ویجعل منه وسادتین منتبذین توطان ومر بالکلب فیخرج ففعل رسول اللهﷺ))(۱)

''ایک مرتبہ جبریلؑ نے آپؐ سے وعدہ کیا کہ میں فلاں دن آپؐ کے پاس آؤں گا مگر اس دن وعدے کے باوجود وہ تشریف نہ لائے جس پر آپؐ پریشان ہوئے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اگلے دن میرے پاس جبریلؑ آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ میں گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا مگر آپ کے گھر میں اس لیے داخل نہیں ہوا کہ وہاں دروازے پر مردوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور گھر میں ایک کتا بھی تھا۔ (اور جہاں کتا اور تصویریں ہوں وہاں ہم نہیں آتے) لہٰذا آپؐ ایسا کیجئے کہ دروازے پر جو تصویریں ہیں ان کے سر (چہرے) کٹوا دیں تا کہ وہ درخت کی طرح (بے جان چیز کی شکل) ہو جائیں اور پردے کے بارے میں حکم دیں کہ اسے کاٹ کر نیچے بچھائے جانے والے دو تکیے بنالئے جائیں اور کتے کو بھی گھر سے نکال دیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔''

معلوم ہوا کہ ذی روح اشیا کی تصویر بنی ہوئی ہو تو اس کا چہرہ اور سر مسخ کر دینا چاہیے، علاوہ ازیں ضرورت کے پیش نظر بعض صورتوں میں تصویر بنوانا جائز ہے مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور اسی نوعیت کے دیگر کاغذات کے لیے یا تعلیم و تربیت کے لیے تصویر بنانا ازراہ مجبوری جائز ہے۔ اسی طرح بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیا پر مشتمل ہوں تو وہ بھی بچوں کے کھیل کے لیے جائز ہیں۔ اسی طرح بستر، بچھونے اور تکیے وغیرہ پر تصاویر بنی ہوں تو ان کا استعمال بھی جائز ہے اور ان صورتوں میں رحمت کے فرشتے بھی آتے ہیں کیونکہ ان میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہے۔

(۱) [ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء ان الملائکة لاتدخل بیتافیه صورة ولا کلب (۲۸۰۶) ابو داؤد (۴۱۵۸) احمد (۲/۳۰۵، ۴۷۸)]

(۳) ''جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں وہاں فرشتے نہیں آتے'' حدیث کے ان الفاظ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں ورنہ موت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے تو موت وعذاب لے کر ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ان جبرائیلؑ کان وعدنی ان یلقانی اللیلة فلم یلقنی ام واللہ ما اخلفنی !قال:فظل رسول اللہ یونہ ذلک علی ذلک ثم وقع فی نفسه (نفسی) جرو کلب تحت فسطاط لنافامربه فاخرج ثم اخذ بیده ماء فنضح مکانه فلما امسی لقیه جبریلؑ فقال له:قد کنت وعدتنی ان تلقانی البارحة،قال:اجل ولکنا لاندخل بیتافیه کلب ولاصورة))(۱)

''جبریلؑ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں رات کو تم سے ملاقات کے لیے آؤں گا مگر وہ نہ آئے جس پر آپ پریشان ہو کر ادھر ادھر ٹہلنے لگے پھر آپؐ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے ایک خیمہ (بستر، یا چارپائی) کے نیچے ایک کتے کا پلا ہے چنانچہ آپؐ نے حکم دیا کہ اسے باہر نکال دو پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس جگہ پانی کا چھڑکاؤ کر دیا۔ پھر جب جبریلؑ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپؐ نے ان سے حسب وعدہ نہ آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو وہاں ہم (رحمت کے فرشتے) داخل نہیں ہوتے۔''

ایک روایت میں ہے کہ'' حضرت حسنؓ یا حسینؓ اس کتے کے پلے کو گھر میں لے آئے تھے مگر پھر آپؐ نے اسے نکال دیا۔''(۲)

جہاں کوئی جنبی یا نشہ کرنے والا ہو:

حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثلاثة لا تقربھم الملائکة :جیفة الکافر و المتضمخ بالخلوق والجنب الاان یتوضاء)) ''تین آدمیوں کے پاس فرشتے نہیں آتے (۱) کافر کی لاش (۲) خلوق (ایسی خوشبو جس میں زعفران کا بڑا حصہ شامل ہوتا ہے) سے لتھڑا ہوا (۳) جنبی، بشرطیکہ وہ وضو کر لے۔''(۳)

ایک روایت میں ہے کہ:

---

(۱) [مسلم :کتاب اللباس :باب تحریم تصویر صورة (۲۱۰۵) ابوداؤد :کتاب اللباس: باب فی الصور (۴۱۵۸)]
(۲) [ترمذی (۲۸۰۶)]
(۳) [صحیح ابوداؤد (۳/۸۷۲)]

((ثلاث لا تقربهم الملائكة السكران والمتضمخ بالزعفران والجنب))(۱)

"تین طرح کے لوگوں کے پاس (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے:

(۱) نشہ کرنے والا (۲) زعفران میں لتھڑا ہوا (۳) اور جنبی شخص۔"

زعفران سے بنی ہوئی خوشبو لگانے والے شخص کے پاس فرشتوں کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں مردوں کے لیے یہ خوشبو استعمال کرنا منع ہے جیسا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

((نھی النبی ﷺ ان یتزعفر الرجل))

"نبی اکرم ﷺ نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔"(۲)

جس جگہ گھنٹی اور بینڈ باجے وغیرہ ہوں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لا تصحب الملائكة رفقة فيها كلب ولا جرس))(۳)

"جس قافلے میں کتا یا گھنٹی ہو ان کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔"

گھنٹی تو معمولی چیز ہے اور اسی پر باجے گاجے، طبلے سرنگی اور ڈھول ڈھمکے وغیرہ سبھی چیزوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ گویا جہاں گھنٹی بجتی ہو وہاں فرشتے نہیں آتے تو پھر ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں والے قافلوں میں رحمت کے فرشتے کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اس حدیث میں ان تمام لوگوں کے لیے غور وفکر کا پیغام ہے جو بینڈ باجوں والے قافلوں، ڈھول ڈھمکوں اور سرنگی، طبلوں اور دیگر آلات موسیقی (میوزک) وغیرہ کو پسند کرتے اور ان کے ترنگوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب شیطانی آلات ہیں جن کے ذریعے شیطان انسان کو گنہگار بناتا ہے اور راہ حق سے بھٹکاتا ہے۔

---

(۱) [صحیح جامع الصغیر (۳/۷۰)]

(۲) [بخاری: کتاب اللباس: باب النھی عن التزعفر للرجال (۵۸٤٦) واضح رہے کہ سر یا داڑھی کو زعفران سے رنگنے کا جواز احادیث میں موجود ہے: دیکھئے مسند احمد (۳/٤۷۲) مجمع الزوائد (۵/۱۵۹) اس لیے بعض اہل علم نے اسے جسم کے دیگر حصوں یا کپڑوں پر لگانے کو علی الاطلاق حرام قرار دینے کی بجائے مکروہ کہا ہے جبکہ بعض اہل علم صرف سر اور داڑھی کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری (۱۰/۳۰٤)]

(۳) [مسلم: کتاب اللباس: باب کراھة الکلب والجرس فی السفر (۲۱۱۳)]

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گھنٹی کی آواز دور حاضر میں انسان کی ضرورت بن گئی ہے مثلاً گھروں میں داخل ہونے کے لیے گھنٹی کی ضرورت، گھڑی میں گھنٹی (آلارم) کی ضرورت، گاڑی چلاتے وقت گھنٹی (ہارن) کی ضرورت، سکول لگنے اور چھٹی ہونے کے لیے گھنٹی کی ضرورت، سکول وکالج میں پیریڈ تبدیل کرتے وقت گھنٹی کی ضرورت، ٹیلی فون کے لئے گھنٹی کی ضرورت...... تو آخران تمام ضرورتوں میں گھنٹی کا استعمال ترک کر دیا جائے؟ ایسا کرنے میں ان گنت مشکلات بلکہ نقصان ہے اور اگر اسے استعمال میں رکھا جائے تو پھر رحمت کے فرشتے نہیں آتے؟ تو آخر اس صورت حال میں کیا کیا جائے؟

دراصل گھنٹی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جس میں آواز کا ساز یا نغمہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک وہ ہوتی ہے جس میں نغمہ اور ساز پیدا نہیں ہوتا۔ مذکورہ حدیث میں جس گھنٹی کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ گھنٹی ہے جس میں نغمے اور ساز کی آواز پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ گھنٹیاں جن میں آواز کا نغمہ پیدا نہیں ہوتا وہ اس مذمت میں شامل نہیں۔ لہذا ہمیں اس گھنٹی کو ازراہ ضرورت استعمال میں لانا چاہیے جس میں ساز وغیرہ نہیں ہوتا۔ مثلاً گاڑیوں اور بسوں کے ہارن میں عام طور پر ساز اور نغمے کی کیفیت نہیں ہوتی اس لیے ان کا استعمال جائز ہے۔

اس وقت گھڑیوں، ٹیلی فون، اور دیگر الیکٹرونکس اشیا کی صنعت پر غیر مسلم حاوی ہیں اور وہ ان تمام اشیا میں ہر ایسی آواز کو داخل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جس سے ساز، موسیقی اور نغمے کی کیفیت نمایاں ہو اور ہم مسلمانوں پر افسوس ہے کہ ہمارے نہ صرف گھروں میں بلکہ مسجدوں میں بھی ایسی گھڑیاں آویزاں ہیں۔ ہمارے مسلمان انجینئرز کو ان چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہیے اور گھنٹی کے لیے سادہ آواز یا جانوروں اور انسانوں کی آواز کو زیر استعمال لانا چاہیے بلکہ سادہ آواز کی جگہ اگر بسم اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر اور ایسے ہی کلمات کو استعمال کیا جائے تو بہت خوب ہوگا بلکہ بعض گھڑیوں میں اذان اور اس جیسے دیگر کلمات کا استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیں احادیث کے پیش نظر نغمے اور ساز والی ہر چیز سے گریز کرنا چاہیے۔

باب (۱۱)

انسان افضل ہے یا فرشتے ؟ ✿

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ '' اس مسئلہ میں کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں یانہیں؟لوگوں کے کئی اختلافی اقوال موجود ہیں ۔اس مسئلہ میں زیادہ تر بحث متکلمین کی کتابوں میں ملتی ہے یاپھر معتزلہ اوران کے ہمنوا لوگوں کے اختلافی مسائل میں۔میرے علم کے مطابق اس مسئلہ میں سب سے قدیم بحث وہ ہے جسے حافظ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں امیہ بن عمر بن سعید بن عاص کے حالات میں ذکر کی ہے کہ

''وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک مجلس جہاں آپ کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے تھے، حاضر ہوئے تو عمر کہنے لگے :اللہ کے نزدیک ابن آدم سے زیادہ معزز اور کوئی نہیں ہے اوراپنی اس بات پرقرآن کی اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا:﴿ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة ﴾[سورة البینة/۷]

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہی ساری مخلوق میں سے افضل ہیں''

آپ کی اس بات کی عمرو بن سعید نے بھی تائیدفرمائی ۔مگر عراک بن مالک نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اس کے فرشتوں سے زیادہ کوئی معزز نہیں ہے ۔فرشتے دونوں جہانوں میں اس کے خادم اوران کے انبیاء ورسل تک پیغام لے جانے والے ہیں ۔انہوں نے اپنی اس بات پرقرآن کی اس آیت سے استدلال کیا:﴿وقال مانهاکما ربکما عن هذه الشجرة الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین ﴾[الاعراف/۲۰]

''شیطان ان دونوں (حضرت آدمؑ وحواؑ) سے کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کواس درخت سے صرف اس لیے منع کیاہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤیاتم ہمیشہ یہاں (جنت میں)رہنے والے نہ بن جاؤ۔''

✿ [واضح رہے کہ یہ باب شیخ عمر سلیمان اشقر کی کتاب "عالم الملائكة الابرار" (ص:۹۱تا۹۶)سے ماخوذ ہے۔نیزاس بحث کے لئے دیکھئے :مجموع الفتاوی،لابن تیمیۃ (۳۵۰/۱۱)لوامع الانوار البهية (۲-۳۶۸)شرح العقیدة الطحاوية (ص:۳۳۸)الحبائك فی اخبار الملائك (ص:۲۰۳تا۲۵۱)]

اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے محمد بن کعب قرظی سے فرمایا کہ اے ابوحمزہ! آپ کی اس مسئلہ میں کیارائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو عزت بخشی کہ انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا، ان میں اپنی روح پھونکی اور ان کے لیے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور ان کی اولاد سے نبی اور رسول اور وہ (نیک) لوگ پیدا کیے جن کی فرشتے زیارت کرتے ہیں''۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھر اس مسئلہ میں انہی (یعنی کعب بن قرظی) کی رائے کی موافقت کی اور ان کی دلیل کے علاوہ کسی اور دلیل سے استدلال کیا۔'' [البدایہ والنھایہ (۱/۵۸)]

حافظ ابن کثیرؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے جلسائے محفل کی جو یہ گفتگو نقل کی ہے، اس سے تاج الدین فزاری کی وہ غلطی واضح ہو جاتی ہے جس کا صدور ان سے اس طرح ہوا ہے کہ ان کے بقول:

''یہ مسئلہ علم کلام کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے جس میں اس امت کے صدر اول کے لوگوں نے کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ ہی ان کے بعد بڑے بڑے جلیل القدر علماء میں سے کسی نے اس کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔'' [شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص:۳۳۹)]

حالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ بعض صحابہؓ نے بھی اس مسئلہ میں گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کے نبی محمد ﷺ سے افضل ہو۔ آپ سے کہا گیا: جبریلؑ اور میکائیلؑ بھی آنحضرت ﷺ سے افضل نہیں؟ تو انہوں نے سائل کو جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جبریل اور میکائیل کیا ہیں؟ (پھر خود ہی فرمایا کہ) وہ تو سورج اور چاند کی طرح مطیع مخلوق ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی محمد ﷺ سے افضل نہیں بنایا۔'' [اسے امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ دیکھیے: شرح العقیدہ الطحاویہ بتحقیق شیخ البانیؒ (ص:۳۴۲)]

دیگر اقوال

عقیدہ طحاویہ کے شارح نے بیان کیا ہے کہ اہل سنت کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انسانوں میں سے صرف انبیاء و رسل اور نیک لوگ ہی فرشتوں سے افضل ہیں جب کہ معتزلہ صرف فرشتوں کو ہی افضل قرار دیتے ہیں اور امام ابو الحسن اشعری کے پیروکاروں (اشاعرہ) کے دو قول ہیں بعض تو انبیاء و اولیاء کو فرشتوں سے افضل

قرار دیتے ہیں بعض اس مسئلہ میں کوئی قطعی رائے دینے کی بجائے سکوت اختیار کرتے ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض سے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ یہ بات اہل سنت میں سے بھی بعض لوگوں نے اختیار کی ہے اور بعض صوفی بھی اس کے قائل ہیں۔

شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ ساری امت فرشتوں سے افضل ہے، اور راسخ اہل علم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی کہ فرشتے بعض انبیاء سے افضل ہیں۔ شارح طحاویہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں سکوت (توقف) اختیار کیا ہے اور خود بھی شارح کا میلان اسی طرف ہے۔[ایضا(ص:۳۳۸)]

امام سفارینیؒ نے بیان کیا ہے کہ امام احمد ابن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فرشتوں کو انسانوں سے افضل کہا اس نے غلطی کی اور آپ نے فرمایا کہ ہر صاحب ایمان فرشتوں سے افضل ہے۔[لوامع الانوار البهية (۳۹۸/۲)]

محل نزاع بات؟

اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ کافر اور منافق ہرگز فرشتوں سے افضل نہیں ہیں بلکہ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اولئک کالانعام بل هم اضل﴾[الاعراف/۱۷۹] "یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں"

اس طرح اس مسئلہ میں حقیقتِ بشر کا حقیقتِ ملائکہ سے افضلیت کے مقابلے کا بھی سوال نہیں ہے بلکہ سوال نیک لوگوں اور فرشتوں کے مابین افضلیت کا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ فرشتے تمام مومنوں سے افضل ہیں لہذا ان کے نزدیک محل نزاع بات یہ ہے کہ آیا فرشتے انبیاء ورسل سے بھی افضل ہیں یا انبیاء ورسل فرشتوں سے افضل ہیں؟

نیک لوگوں کو فرشتوں سے افضل کہنے والوں کی دلیل:

ان کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں، اگر وہ (آدم یا انسان) فرشتوں سے افضل نہ ہوتا تو فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ لیکن بعض لوگوں نے ان کی اس دلیل کا یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ سجدہ آدم کو نہیں بلکہ اللہ کو کیا گیا تھا اور آدم تو ان کے لیے محض ایک سمت تھے اور اگر آدم ہی کو سجدہ

کیا گیا تھا تو پھر اس کے لیے قرآن میں یہ لفظ استعمال کیے جاتے "اسجدوا الی آدم" اور "اسجدوا لآدم" نہ کہا جاتا اور اگر آدم ہی کو سجدہ کروانا مقصود تھا تو شیطان انہیں سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا اور نہ ہی یہ گمان کرتا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ قبلہ تو پتھر کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی چیز کو قبلہ بنانے سے اسے فضیلت نہیں مل جاتی۔

یہ بات صحیح ہے کہ آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور قربت کا ذریعہ تھا جبکہ یہ چیز آدمؑ کے لیے عزت وتکریم کا باعث تھی۔ اور کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ آدم نے بھی فرشتوں کو سجدہ کیا ہو بلکہ آدم اور اس کی اولاد کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لیے سجدہ کریں۔ کیونکہ اولاد آدم میں سے نیک لوگ تمام مخلوقات سے اشرف ہیں اور ان کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ان سے بڑھ کر سجدہ ریزی کرتا ہو۔

(۲) ان کی دوسری دلیل یہ آیت ہے کہ ابلیس کو جب یہ حکم ملا کہ آدم کو سجدہ کر تو اس نے کہا: ارأیتک هذا الذی کرمت علی (الاسراء/۶۱) "کیا خیال ہے یہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے....." یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدمؑ ابلیس سے افضل تھے، تبھی تو ان کے لیے ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا جب کہ فرشتوں کو اپنے کلام (لفظ کن) سے پیدا کیا۔

(۴) قرآن مجید میں ہے: ﴿انی جاعل فی الارض خلیفة﴾ [البقرة/۳۰]
"میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔" اب جو خلیفہ ہو وہ اس سے افضل ہوتا ہے جو خلیفہ نہ ہو اور فرشتوں نے بھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء﴾ [البقرة/۳۰] "کیا آپ اس زمین میں اسے (خلیفہ) بنائیں گے جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا"۔
(مراد یہ تھی کہ اسے خلیفہ نہ بنایا جائے) اور اگر ان کے نزدیک خلافت ایک اعلیٰ درجے کی چیز نہ ہوتی تو وہ اس کا مطالبہ نہ کرتے اور نہ ہی آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر رشک کرتے!؟

(۵) اولاد آدم اس لیے بھی فرشتوں سے افضل ہے کہ انہیں علم دیا گیا ہے مثلاً جب فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے ناموں کا سوال کیا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے

بلکہ خود اپنی کم علمی کا اعتراف کیا جب کہ حضرت آدمؑ نے انہیں اس (علم) سے آگاہ کیا۔اور علم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون﴾[الزمر/۹]

''آپ کہہ دیں کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟''

(٦) انسانوں کے فرشتوں سے افضل ہونے کی ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ انسانوں پر اللہ کی اطاعت کرنا بڑا دشوار ہے اور جو کام دشوار ہو اسے کرنے والا افضل ہوتا ہے۔چونکہ انسان کو شہوت، لالچ، غصے، خواہش وغیرہ جیسے خصائل کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اس لیے وہ افضل ہے جب کہ فرشتوں میں یہ چیزیں پیدا ہی نہیں کی گئیں (اس لیے وہ ان انسانوں سے افضل نہیں ہو سکتے)

فرشتوں کو افضل کہنے والوں کے دلائل:

جن لوگوں نے فرشتوں کو تمام انسانوں سے افضل قرار دیا ہے وہ بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"من ذكرنى فى نفسه ذكرته فى نفسى ومن ذكرنى فى ملاء ذكرته فى ملاء خير منهم" ''جس شخص نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے مجلس میں یاد کیا میں اسے اس مجلس میں یاد کروں گا جو اس کی مجلس سے بہتر لوگوں پر مشتمل ہے۔''

اسی طرح انہوں نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ انسانوں میں نقائص اور کمیاں کوتاہیاں پائی جاتی ہیں اور ان سے غلطیاں اور برائیاں بھی ہوتی ہیں (جب کہ فرشتوں میں یہ چیزیں نہیں) جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ولا اقول لكم انى ملك﴾ [الانعام/۵۰] ''میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔''معلوم ہوا کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہوتے ہیں۔

راجح قول اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فیصلہ!

اس مسئلہ میں راجح موقف وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

''انسانوں میں سے نیک انسان اپنے انتہائے کمال کے اعتبار سے فرشتوں سے افضل ہیں۔انتہائے کمال کا معنی یہ ہے کہ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، کامیابی پالیں

گے، بلند درجات پر فائز ہو جائیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ ہمیشگی کی زندگی سے نواز دیں گے، اپنی مزید قربت سے نواز دیں گے، اپنا دیدار کروا دیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھ لیں گے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی خدمت میں مصروف ہو جائیں گے تو اس وقت انسان فرشتوں سے افضل ہوگا۔ جب کہ باعتبار ابتدا، فرشتے انسانوں سے افضل ہیں کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے رفیق اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن چیزوں میں انسان مبتلا ہیں ان سے وہ پاک ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت وہ انسانوں کے احوال کے مقابلے میں زیادہ کامل ہیں۔''

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ (شیخ الاسلام کی) اس تفصیل سے فرشتوں اور انسانوں کی افضلیت کا مسئلہ واضح طور پر حل ہو جاتا ہے، دونوں فریقوں کے دلائل میں مطابقت بھی پیدا ہو جاتی ہے، اور ہر کسی کو اپنے موقف کے باوجود مصالحت کی راہ مل جاتی ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا فائدہ؟

فرشتوں پر ایمان لانے کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ہم فرشتوں کے بارے میں ان تمام باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں جو ہمیں قرآن وحدیث (وحی الٰہی) کے ذریعے معلوم ہوئی ہیں اور اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی کسی بات سے انکار کے جرم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرشتوں پر ایمان لانے سے ہم بہت سے گمراہانہ نظریات سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح فرشتوں پر ایمان لانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ فرشتے نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے اور بوقت ضرورت اللہ کے حکم سے ان کی مدد بھی کرتے ہیں تو اس سے ہمارے اندر نیک بننے، اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور ہمیں یہ حوصلہ بھی ملے گا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اپنے دشمنوں پر ہماری حفاظت ونصرت فرمائیں گے۔

اسی طرح فرشتوں کے بارے میں جب ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہر وقت اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور اس کی تسبیح وتحمید میں مصروف رہتے ہیں تو اس سے ہمارے اندر بھی اللہ کی فرمانبرداری کا شعور مستحکم ہوگا۔

باب (۱۲)

منکرین ملائکہ اور ان کے شبہات کا ازالہ

گزشتہ صفحات میں فرشتوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جتنی تفصیلات دی گئی ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ فرشتے اپنا خارجی وجود رکھتے ہیں۔ یہ انسانوں اور جنوں سے الگ ایک مستقل مخلوق ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے، یہ اپنی اصلی شکل میں ہمیں نظر نہیں آتے لیکن اس کے باوجود ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے تقاضا کیا ہے۔ قرآن وحدیث پر سچے دل سے ایمان لانے والا ان باتوں سے کبھی انکار نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی شخص فرشتوں کے وجود سے انکار کر دے تو پھر اس کا ایمان ہی محفوظ نہیں رہتا!

اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں مسلمانوں میں فکری انتشار کے بعد بے شمار گروہ پیدا ہوئے مگر ان میں سے کسی نے بھی ملائکہ کے وجود کا انکار نہیں کیا، حتی کہ معتزلہ جن کی عقل پرستی، ضرب المثل ہے۔ ان کا معتدبہ حصہ بھی فرشتوں کے وجود کو مانتا رہا ہے بلکہ اس سے اوپر اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں کفار بھی ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرتے تھے، مگر دور حاضر میں منکرین حدیث کا مشہور پرویزی گروہ فرشتوں کے وجود کا صاف انکاری ہے۔ پرویز سے بھی پہلے سر سید احمد خان نے یہ روش اختیار کی تھی۔ اس لیے آئندہ سطور میں پہلے سر سید کے افکار کا اور اس کے بعد مسٹر پرویز صاحب کے افکار کا تجزیہ کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ اس موضوع پر کئی ایک اہل علم نے اظہار خیال کیا ہے تاہم ان میں سے مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ نے جس علمی انداز سے ان عقل پرستوں کا تعاقب کیا ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ موصوف کی تنقید کے بعد اس موضوع پر چونکہ کوئی نئے دلائل یا انکشافات سامنے نہیں آئے اس لیے ہم موصوف کے نقد وتبصرہ کو ان کی کتاب آئینہ پرویزیت سے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ایمان بالملائکہ اور سرسید کے نظریات ❁

فرشتوں پر ایمان لانا ایمان کا ایک جز ہے اور قرآن میں اس کی صراحت کئی مقامات پر موجود ہے فرشتے اپنا خارجی وجود اور ذاتی تشخص رکھتے ہیں۔ فرشتے آسمان سے نیچے بھی اترتے ہیں، زمین سے اوپر آسمان کو چڑھتے بھی ہیں، جبریل اور میکائیل انہی میں سے ہیں۔ پھر کچھ فرشتے دو، دو، تین تین، چار چار پروں والے بھی ہیں، فرشتوں نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کی مدد بھی کی تھی وغیر وغیرہ۔ یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتوں کا خارجی وجود ضرور ہے لیکن چونکہ وہ غیر مرئی مخلوق ہیں ...... لہذا ان پر ایمان لانا ''ایمان بالغیب'' کا ایک حصہ ہے، لیکن سر سید صاحب موصوف فرشتوں کے خارجی وجود کے منکر ہیں اور ان کا انکار اس بنا پر ہے کہ وہ محسوسات ومشاہدات کی زد سے باہر ہیں۔ نیز ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا بھی یہی تقاضا ہے۔ پھر چونکہ ابلیس بھی فرشتوں کی صف میں تھا۔ لہذا اس کے خارجی وجود سے بھی آپ نے انکار کر دیا۔ آپ اپنی تفسیر القرآن ج۱: ص۴۲ پر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے، تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی ساری مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک ابلیس یا شیطان بھی ہے۔ پہاڑوں کی معدنیت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب ودفع، غرضیکہ تمام قویٰ جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک وملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں، جو ہر قسم کی نیکی وبدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور انسان کے فرشتے اور ان کی ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور ان کی ذریات ہیں۔''

❁ [سر سید احمد خان کے فرشتوں کے حوالے سے افکار وآراء پر مذکورہ بالا تنقید مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی کتاب ''آئینہ پرویزیت'' (ص۱۰۴ تا ۱۱۴) سے ماخوذ ہے۔]

سر سید کے خیالات: آپ فرماتے ہیں:

''بعض اکابر اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں کہتا ہوں ۔اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہ مسلک اختیار کیا ہے۔شیخ عارف باللہ مؤید الدین ابن محمود المعروف بالمھدی نے ، جو مریدانِ خاص شیخ صدر الدین قونوی ،مرید امام محی الدین ابن عربی سے ہیں ،شرح فصوص الحکم میں بہت بڑی بحث لکھی ہے۔'' [الیضاص:۴۳]

یہ جو اکابرِ اسلام سید صاحب نے گنوائے ہیں ۔یہ دراصل ابن عربی (۶۳۸ھ) اور ان کے مرید خاص صدر الدین قونوی اور ان کے مرید شیخ عارف باللہ ہیں ۔ابن عربی گروہ صوفیہ کی معروف شخصیت ہیں اور صوفیہ میں شیخ اکبر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ابن عربی نے بھی تصوف میں چند نئے نظریات کو داخل کیا تھا۔مثلا

۱۔یہ کہ نبوت وہبی نہیں بلکہ اکتسابی چیز ہے اور عقل کو اپیل کرنے کی وجہ سے سید صاحب نے بھی اس نظریہ کو اپنایا ہے۔

۲۔یہ کہ نبوت چونکہ اکتسابی ہے لہذا تا قیامت جاری رہے گی۔مرزائے قادیاں نے بھی ابن عربی کی تحریروں سے فائدہ اٹھایا ہے۔

۳۔یہ کہ ولایت کا مقام نبوت سے بھی آگے نکل جاتا ہے ۔اس کے خیال کے مطابق سب سے نچلا درجہ رسالت کا ہے ۔پھر اس سے اوپر نبوت کا پھر اس سے اوپر ولایت کا چنانچہ وہ کہتا ہے: مقام النبوۃ فی بورزخ ! فویق الرسول ودون الولی !

''نبوت کا مقام درمیان میں ہوتا ہے جو رسول سے اوپر اور ولی سے نیچے ہوتا ہے۔''

ابن عربی اس کی دلیل یہ دیتے تھے کہ رسول یا نبی سے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے بات چیت کرتا ہے ۔لیکن ولی سے یہ بات چیت فرشتے کے واسطہ کے بغیر ہوتی ہے ۔نیز نبی ہو یا رسول ،اس کا ایک مخصوص مقام ہوتا ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کرسکتا جب کہ ولی واصل بالحق بھی ہوسکتا ہے۔لہذا ولایت نبوت سے افضل ہے۔

۴۔خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء بھی ایک منصب ہے اور چونکہ نبوت سے ولایت افضل ہے ۔لہذا خاتم الانبیاء سے خاتم الاولیاء افضل ہوتا ہے ۔اور موجودہ دور کا خاتم الاولیاء میں ہوں۔ چنانچہ ان کا درج ذیل شعر اسی نظریہ کی ترجمانی کرتا ہے:

انا ختم الولایۃ دون شک   لورثت الھاشمی مع المسیح !

''بیشک میں خاتم الاولیاء ہوں کیونکہ مجھے ہاشمی وراثت کے ساتھ ساتھ مسیحی وراثت بھی حاصل ہے۔''

۵۔ اور اس کا پانچواں نظریہ یہ تھا کہ انسان کو سب سے زیادہ معرفتِ الٰہی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ کسی عورت سے جماع میں مشغول ہوتا ہے۔[ان نظریات کے تفصیل کے لیے میری تصنیف 'شریعت وطریقت' ملاحظہ فرمایئے۔(کیلانیؒ)]

انہی نظریات کی وجہ سے علمائے دین نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور حکومتِ مصر کو اس کے خیالات سے مطلع کر دیا۔ جب اس بات کی ابن عربی کو خبر ہوئی تو ابن عربی نے وہاں سے بھاگ کر دمشق میں آ کر پناہ لی۔

ابن عربی فلسفۂ وحدت الوجود کا سب سے بڑا پرچارک تھا، جو صوفیہ کا مشہور ترین نظریہ ہے، اسی وجہ سے صوفیہ اسے شیخ اکبر کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے دو کتب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، جو خود بھی صوفیہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں، ان کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ہمیں نص سے کام ہے فص سے نہیں۔ اور فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحاتِ مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔''

سو یہ ہیں محی الدین ابن عربی اور ان کے مرید صدر الدین قونوی اور ان کے مرید عارف باللہ، شارح فصوص الحکم جن کو سید صاحب اکابرِ اسلام کا نام لے کر ان سے استفادہ فرما رہے ہیں کہ انھوں نے ملائکہ کے ذاتی تشخص کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''شیخ نے اپنے مکاشفہ سے ان جزئیات کے کلیات کو جانا ہوگا مگر چونکہ وہ مکاشفہ ہم کو حاصل نہیں ہے، اس لیے ہم انہی قویٰ کو جن کو شیخ اور ان کے متبع ذریات ملائکہ قرار دیتے ہیں، ملائکہ کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہے کہ صرف لفظوں یا جاننے نہ جاننے کا ہیر پھیر ہے۔ شیطان کی نسبت تو 'قیصری شرح فصوص' میں نہایت صاف صاف وہی بات لکھی ہے، جو ہم نے کہی ہے۔'' [تفسیر القرآن از سر سید احمد خان (ج ۱ ر ص ۲۴)]

ان حوالہ جات سے یہ بات بہر حال واضح ہو جاتی ہے کہ سید صاحب نے فرشتوں اور ابلیس سے انکار کے ثبوت میں کس طرح کے ''اکابر اسلام'' سے استفادہ کیا ہے۔

سرسید اور صوفیہ کا ذہنی اتحاد:

آپ حیران ہوں گے کہ ابن عربی اور اس کے مرید جو طبقہ صوفیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ولایت کا معیار ہی کرامات سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف سید صاحب جیسے نیچر پرست ہیں جو کرامات تو کیا معجزات کے بھی منکر ہیں، پھر یہ دونوں فرشتوں اور ابلیس کے خارجی وجود سے انکار کے مسئلہ پر متفق کیونکر ہو گئے۔ تو گزارش ہے کہ ابن عربی اور اس کے حواریوں کی ضرورت اور تھی اور سرسید کی ضرورت دوسری ہے۔ ابن عربی کا گروہ شیطان کی دشمنی سے نفس کشی، چلے اور ریاضت ومجاہدہ مراد لیتا ہے اور ملکوتی قوتوں یا ملائک کو انسان کے اندر ثابت کر کے فرشتوں کے بجائے خود آسمانوں کی طرف روحانی پرواز کرتا ہے۔ البتہ یہ گروہ خارجی قوتوں کو ملائکہ سے تعبیر نہیں کرتا۔ جب کہ سرسید کو ملائکہ اور ابلیس انسان کے اندر ہی تسلیم کرنے اور خارجی وجود سے انکار کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ایسی تاویل کے بغیر نظریہ ارتقاء کو اسلامی تعلیمات میں فٹ کرنا مشکل تھا۔ لہذا دونوں گروہوں نے الگ الگ مقاصد کے پیشِ نظر فرشتوں، ابلیس اور شیطان کے ذاتی تشخص اور خارجی وجود سے انکار کر دیا۔

فرشتوں کے ذاتی تشخص کے دلائل

اب سوال یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے مراد کائنات کی مختلف خارجی قوتیں، یا انسان کے اندر نیکی پیدا کرنے والی قوتیں مراد ہیں، تو ان قوتوں کو مسلمان کیا ہر انسان حتیٰ کی دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر یہ فرشتوں پر ایمان بالغیب کیا ہوا؟ اور اس آیت کا مطلب کیا ہوگا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾[البقرة/۲۸۵]

’’رسول اور مومن اس کتاب پر جو ان کے رب کی طرف سے اس (رسول) پر نازل کی گئی ہے، ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

اب دیکھئے درج ذیل آیت فرشتوں کے خارجی وجود کے ثبوت میں کیسی صاف ہے:

﴿وقال الذین لایرجون لقاء نالولاانزل علینا الملائکة اونری ربنا﴾[الفرقان/۲۱]

''اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم اپنی آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔''

گویا اس دور کے کفار ومشرکین فرشتوں کے خارجی وجود کے اس طرح قائل تھے جس طرح اللہ تعالیٰ کے خارجی وجود کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب یہ دیا کہ

﴿یوم یرون الملائکۃ لابشریٰ یومئذ للمجرمین﴾[الفرقان/۲۲]

''جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔''

تو کیا یہ سب سوال وجواب محض خارجی یا باطنی قوتوں سے متعلق ہی ہورہے ہیں۔ باطنی قوتیں تو کم وبیش ہر شخص میں اور ایسے ہی کفار میں بھی موجود ہوتی ہیں۔ پھر آخر ان کا مطالبہ کیا تھا؟

نیز یہ بات تو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عبد کا لفظ روح اور جسم کے مرکب پر بولا جاتا ہے (دیکھیے: تفسیر القرآن، از سرسید۔ واقعہ اسراء) اس کا استعمال نہ تو صرف روح پر ہوسکتا ہے۔ نہ صرف جسم پر اور نہ ہی خارجی یا باطنی قوتوں پر۔ اب دیکھیے قرآن کریم نے جیسے عبد کا لفظ انسانوں کے لیے استعمال کیا ویسے ہی فرشتوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾[الزخرف/۱۹]

''اور انھوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اناث (خدا کی بیٹیاں) مقرر کیا۔''

جبریلؑ کی حقیقت اور نبوت کا مقام سرسید کے نزدیک:

آپ تفسیر القرآن ج ۱/ص ۲۳ پر ارشاد فرماتے ہیں:

''نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیاء میں بمقتضاء ان کی فطرت کے مثل دیگر قویٰ انسانی کے ہوتی ہے۔ جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ اور جو نبی ہوتا ہے اس میں وہ قوت ہوتی ہے، جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اس کی ترکیب اعضاء دل ودماغ وخلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ملکہ نبوت بھی اس سے علاقہ رکھتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روئے خلقت وفطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اس کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے۔ لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے۔ مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم وتربیت کا

ملکہ بمقتضائے اس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔اور جس طرح کہ اور قوائے انسانی بمناسبت اس کے اعضاء کے قوی ہوتے جاتے ہیں،اسی طرح یہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہے۔اور جب وہ اپنی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جس کو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔" (ایضاص ۲۴)

"اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبریلؑ کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا،اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے آتا ہے۔وہ خود ہی مجسم چیز ہوتا ہے جس میں خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں۔وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حروف و بے صوت کلام کو سنتا ہے۔خود اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے، اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے،اس کو کوئی نہیں بلواتا، بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے :وماینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی ......ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔تنہا ہوتے مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا دیکھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں ......ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلا مجنون ہے اور دوسرا پیغمبر۔گوکہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔" (ایضاص ۲۵)

فطری ملکہ اور نبوت میں فرق

سید صاحب کا یہ نادر انکشاف کئی لحاظ سے غلط ہے:

۱۔ یہ فطری ملکہ ......اگر ابتدائے فطرت سے ہوتا ہے تو اس کا اظہار بھی ابتداء ہی سے ہونا چاہیے مثل مشہور ہے۔"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔" شاعر نابغہ اور فطین قسم کے لوگ جو ابتدائے فطرت سے یہ ملکہ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک مدت معینہ تک تو انہیں خود بھی اور دوسروں کو بھی ان کے اس "ملکہ فطرتی"، کا علم تک ہی نہ ہو اور عمر کے ایک خاص حصہ میں اس کا پوری شدومد سے ظہور شروع ہو جائے۔یہ چیز فطرت کے خلاف ہے۔لیکن انبیاء میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معین مدت تک نہ انہیں خود ہی 'وحی' کے نزول کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں 'وحی' والا فطرتی ملکہ موجود ہے۔

۲۔ اس فطری ملکہ کا جب ظہور شروع ہو جاتا ہے تو اس میں بدستور ارتقاء کا عمل جاری رہتا ہے اور وہ دو طرح سے ہوتا ہے:

۱۔ اس خاص فن میں مزید کمال حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ تجربہ کی بناء پر اس کے نظریات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔

فطری ملکہ اور علامہ اقبالؒ

اب ہم ان باتوں کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے متعلق یہ تو مسلمہ امر ہے کہ ان میں شعر کا فطری ملکہ موجود تھا اب دیکھیے انہوں نے بچپن ہی میں کسی بچہ کو مخاطب کر کے ایک نظم کہی تھی جس کا پہلا شعر یہ ہے:

میں نے چھیٹا تجھ سے چاقو اور چلاتا ہے تو　　　مہرباں ہوں میں مگر نامہربان سمجھا ہے تو

لیکن علامہ موصوف کے آخری زندگی کے شعر بلحاظ شعریت اس نظم سے بدرجہا بلند ہیں مثلاً:

سمجھتی ہیں مآلِ گل، مگر کیا زورِ فطرت ہے　　　سحر ہوتے ہی کلیوں کو تبسم آ ہی جاتا ہے

گویا اس خاص ملکہ فطری میں بھی ارتقاء پختگی کا عمل جاری رہتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں شعروں میں بلحاظِ سلاست وشعریت زمین وآسمان کا فرق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے نظریاتِ زندگی بدلتے رہتے تھے۔ ایک وقت تھا جب علامہ موصوف پکے نیشنلسٹ وطن پرست تھے، اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا:

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا　　　ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا

پھر جب آپ وطن پرست کی بجائے اسلام پرست یا "مسلم" بن گئے تو آپ کا نعرہ یہ تھا:

چین وعرب ہمارا ہندوستان ہمارا　　　مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

پھر اس نظریہ میں اس قدر پختہ ہوئے کہ جب مولانا حسین احمد مدنی مہتمم دار العلوم دیوبند نے انگریزوں کو وطن سے نکالنے کی خاطر کانگرس کے نظریہ کو قبول کر لیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں تو علامہ موصوف نے ان کو درج ذیل رباعی لکھ کر بھیجی:

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ　　　ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست

سرود بر سر منبر کہ قوم از وطن است　　　چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی ست

اسی طرح ایک وقت تھا جب علامہ موصوف روس کے فلسفہ اشتراکیت سے سخت متاثر تھے۔اس دور میں آپ نے اشتراکیت کے حق میں بہت سے اشعار قلمبند کیے۔اور لینن کو وہ پیغمبر سے کم نہیں سمجھتے تھے۔کہتے ہیں:

نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب

پھر جب آپ نے اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو اس نظریہء اشتراکیت سے تائب ہو گئے، چنانچہ لکھتے ہیں:

دین آں پیغمبر ناحق شناس! | بر مساواتِ شکم دارد اساس

اسی طرح کسی وقت آپ تصوف سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ کے گھر پر ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا درس ہوا کرتا تھا۔پھر جب آپ نے اسلامی تعلیمات کو اپنایا تو اس رہبانیت سے بیزار ہو کر لکھتے ہیں:

گوسفندے در لباسِ آدم است! | حکمِ او بر جان صوفی محکم است
بر تخیل ہائے او فرماں رواست | جام او خواب آور گیتی رباست
قوم ہا از شکر او مسموم گشت | خفت واز ذوقِ عمل محروم گشت

غور فرمائیے کہ کیا پیغام نبوت میں بھی ایسے تغیرات کی گنجائش ہے؟ نبی بھی بہر حال انسان ہی ہوتا ہے اگر ملکۂ نبوت کی صورت بھی دوسرے ملکاتِ انسانی کی طرح ہے تو پھر یہ ان تغیرات سے کیوں کر محفوظ رہ سکتا ہے؟ قرآن کی پہلی وحی بلحاظ فصاحت وبلاغت اور ہدایت وہی درجہ رکھتی ہے جو آخری وحی کا ہے۔پھر اس کا اپنا دعوٰی ہے کہ اس کلام میں پورے ۲۳ سال کے عرصہ میں کوئی تضاد نہیں آئے گا۔اس پر نہ ارتقائے فن کا کچھ اثر ہے نہ ارتقائی نظریات کا۔پھر ہم سرسید کے اس نادر فلسفہ کو کیونکر صحیح قرار دے سکتے ہیں؟

۳۔وحی کے متعلق یہ شعور کہ "وہ ایک نبی کے دل سے اٹھتی ہے، پھر اسی کے دل پر گرتی ہے۔جب اٹھتی ہے تب تو اس منہ سے بے آواز نکلتی ہے۔البتہ جب گرتی ہے اس وقت منہ سے آواز نکلنے لگتی ہے۔اور وہ بھی اس حالت میں کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس کوئی موجود ہے جو اس سے ہم کلام ہو رہا ہے (جیسے قل للہ الامر جمیعا) یعنی وہ فرضی خارجی ہستی اس نبی کو کچھ بتلا رہی ہے۔اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ

نبی پر وحی کے نزول کے وقت اس کے ہوش وحواس قائم نہیں ہوتے" (**نعوذ باللہ من ذلک**) یہ صوفیانہ تخیل سید صاحب کو شائد ان کے ابلیس ہی نے سمجھایا ہے۔ کسی نبی کے متعلق اس کے متبعین ایسا تصور کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس طرح تو وحی ساری کی ساری مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ آپ نے جبریلؑ کے وجود کی نفی میں جو مجنون کی مثال کا سہارا لیا ہے تو یہ بات بھی آپ کے نظریہ کے خلاف ہے۔ مجنون اسے کہتے ہیں جسے جن پڑ گئے ہوں، یا جو آسیب زدہ ہو۔ اور سر سید جن کے وہ معنی نہیں لیتے جو عام فہم ہیں بلکہ وہ جن سے دیہاتی لوگ مراد لیتے ہیں۔ اب یہ عقدہ بھی سید صاحب ہی حل فرما سکتے ہیں کہ مجنون کے سامنے جو چیز آ کھڑی ہوتی ہے اور اس سے باتیں کرتا اور مجنون سے سوال وجواب ہوتا ہے تو وہ ہستی کیا چیز ہوتی ہے؟

۴۔ پیغامبر کی یہ شرح بھی عجیب ہے کہ وہ خدا تک پیغام لے جاتا ہے اور پھر وہ پیغام واپس بھی لاتا ہے تو پھر اس معاملہ میں خدا کی ضرورت بھی کیا ہے؟ کیا نبی اپنا پیغام خدا کے پاس Approve کرانے کے لیے جاتا ہے۔ آخر اس ڈبل ڈیوٹی کا فائدہ کیا ہے جو آپ نے پیغمبر کے سر پر ڈال دی ہے؟ فرماتے ہیں کہ وہ آواز بھی ہوتا ہے اور کان بھی۔ خود ہی کہتا ہے خود ہی سنتا ہے۔ اب اس میں خدا کا کیا واسطہ رہا؟ آواز تو اس کی اپنی ہی ہوتی ہے۔ پھر وہ اندر کی بےصوت وبےحرف کلام کب سنتا ہے؟ اور اسے کیسے سمجھتا ہے؟ عجیب قسم کے گورکھ دھندا میں آپ مسلمانوں کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔

۵۔ یہ بےصوت وبےحرف کلام کا نظریہ خالصۃً معتزلین کا مردود نظریہ ہے۔ وہ خدا کو صفتِ کلام سے عاری قرار دیتے تھے۔

نبوت اور قرآن کریم

۶۔ اب دیکھیے قرآنِ کریم جبریل اور نزول وحی کے متعلق کیا تصور پیش کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی علمه شدید القویٰ ذو مرة فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ مآ اوحیٰ﴾ [النجم۳/۳تا۱۰]

''اور (محمد ﷺ) اپنی نفسانی خواہش سے نہیں بولتا وہ خدا کی طرف سے وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ اسے بڑی زبردست قوت والے نے سکھایا، طاقت ور (جبریل) نے۔ پھر وہ سیدھا اور قائم ہوگیا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر قریب ہوا اور جھک گیا۔ پھر وہ کمان کے دو گوشوں کے برابر یا اس کے بھی قریب ہوگیا تو (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ کرنا مقصود تھی۔''

دیکھ لیجئے ان آیات میں وحی ڈالنے والی کسی خارجی ہستی کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ سورۂ جن میں فرمایا کہ جب وحی اتاری جاتی ہے تو اس بنا پر فرشتے کے اردگرد پہرہ بھی لگایا جاتا ہے تاکہ پوری محفوظیت سے یہ وحی نبی تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ ایک دوسرے مقام پر پیغامبر فرشتے کو یعنی جبریل کو روح الامین کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ یعنی وہ پیغام رسائی میں پوری امانت و دیانت سے کام لیتا ہے۔ یہ ہے اہتمام وحی کو نبی کے دل تک پہنچانے کا۔ اب بتلایئے اس اہتمام و حفاظت وحی کو مجنونانہ تخیلات یا ماہرانہ کمالات سے کچھ نسبت ہو سکتی ہے؟

قرآنِ کریم میں ایک مقام پر دو فرشتوں کے نام بھی آئے ہیں اور نام اسی چیز کا ہوتا ہے جس کا کوئی علیحدہ تشخص ہو۔ اب دیکھیے ان کے متعلق سید صاحب کیا کہتے ہیں۔

جبریل اور میکائیلؑ:

''اس سبب سے یہود جبرئیل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور اس سے عداوت رکھتے تھے، اسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ، جو کوئی جبرئیل کا یا میکائیل کا دشمن ہے، بیشک خدا اس کا دشمن ہے۔ مگر جبریل و میکائیل کا اس آیت میں حکایۃً نام آنے سے ان کے ایسے وجود پر، جیسا کہ یہودیوں نے اور ان کی پیروی میں مسلمانوں نے تصور کیا ہے، استدلال نہیں ہو سکتا۔'' (ایضاص/۱۰۶)

''یہود یہ سمجھتے تھے کہ جبریل جو ہمارا دشمن ہے۔ وہ آنحضرت کو یہ بات سکھلاتا ہے۔ خدا نے پیغمبر سے کہا کہ ''تو کہہ دے کہ ہاں جبریلؑ ہی اللہ کے حکم سے میرے دل میں باتیں ڈالتا ہے۔ مگر جو کوئی ان باتوں کا اور فرشتوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا اور رسولوں کا دشمن ہے، خدا اس کا دشمن ہے''۔ فرشتوں کی دشمنی بیان کرنے کے بعد جبریل و میکائیل کا بالتخصیص نام لینا گویا یہود کے خیالات کا اعادہ ہے اور وہ نام مقصود بالذات نہیں ہیں۔

کیونکہ اگر یہودیوں کا یہ خیال نہ ہوتا تو غالباً وہ نام نہ لیے جاتے۔ پس ان دونوں کے نام قرآن میں آنے سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے مع تشخصہما علیحدہ علیحدہ ایسی ہی مخلوق ہیں جیسے زید و عمر۔" (ایضاً ص ۱۳۰/۱)

اب دیکھیے کہ بحث اس میں نہیں کہ جبریل و میکائیل کے نام یہودیوں نے رکھے تھے یا خدا نے؟ اگر بالفرض یہودیوں نے ہی رکھے ہوں اور خدا نے ان ناموں کا اعادہ کر دیا ہو تو بھی یہ خدا ہی کی طرف سے ہوئے۔ بحث اس میں ہے کہ آیا فرشتے اپنا علیحدہ وجود رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کے لیے سید صاحب نے کیا دلیل دی ہے؟ محض ان کے خیالات تو قابلِ تسلیم نہیں بن سکتے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایک بات یہودیوں میں مشہور ہوگئی خواہ وہ کیسے ہوئی، پھر مسلمانوں میں آ گئی۔ اگر وہ غلط تھی یعنی فرشتوں کے علیحدہ وجود کے تصورات ٹھیک نہ تھے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی تردید کرنا چاہیے تھی، نہ کہ ان کا اعادہ کر کے ان غلط تصورات کو مزید تائید بخشنا چاہیے تھی!"

فرشتوں کے بارے میں غلام احمد پرویز کے افکار و نظریات ✿

"پرویز صاحب نہ تو فرشتوں کے خارجی وجود کے قائل ہیں اور نہ ہی ذاتی تشخص کے۔ لہٰذا فرشتوں پر ایمان بالغیب کے مسئلہ نے بھی انہیں خاصا پریشان کر رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ان کی تحریفات و تاویلات دلچسپی سے خالی نہیں۔ اب ہم آپ کو یہ بتلائیں گے کہ وہ فرشتوں سے کیا کیا "مرادیں" لیتے ہیں۔

۱۔ ملائکہ سے مراد خارجی قوائے فطرت:

"ملائکہ سے مراد مفہوم وہ قوتیں ہیں جو کائنات کی عظیم القدر مشینری کو چلانے کے لیے مامور ہیں یعنی قوائے فطرت اس لیے قانون خداوندی کی زنجیر کے ساتھ جکڑی ہوئی ہیں

✿ [غلام احمد پرویز کے فرشتوں کے حوالے سے افکار و آراء پر مذکورہ بالا تنقید مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی کتاب "آئینہ پرویزیت" (ص ۸۷۸ تا ۸۸۲) سے ماخوذ ہے۔]

کہ ان سے انسان کام لے سکے اسی لیے قصہ آدم میں کہا گیا ہے کہ ملائکہ نے آدم کو سجدہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ فطرت کی قوتیں انسان کے تابع فرمان بنادی گئی ہیں۔" (ابلیس و آدم ص ۱۴۴)

اب سوال یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے مراد فطرت کی قوتیں لیا جائے تو یہ فطرت کی قوتیں ہرگز انسان کے تابع فرمان نہیں ہیں۔ طوفان بادوباران سے سینکڑوں انسان مرجاتے ہیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے ہیں۔ چھتیں اڑ جاتی ہیں۔ آفات ارضی وسماوی سے تیار شدہ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں کیا انسان کا ان فطرت کی قوتوں پر اس وقت کوئی بس چلتا ہے؟ پھر انسان ایسے "ملائکہ" کا مسجود کیسے ہوا؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کائنات کی قوتوں کا تو کوئی دہریہ بھی منکر نہیں ہوتا پھر ایسے "ملائکہ" پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب ہوا؟

حاملین عرش ملائکہ کی وضاحت

قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے (۶۹/۶) اب اس کی تشریح پرویز صاحب کی زبان سے سنیئے:

"عرش وہ مرکز حکومت خداوندی ہے جہاں کائنات کی تدبیر امور ہوتی ہے اور چونکہ یہ تدبیر امور ملائکہ کی وساطت سے سرانجام پاتی ہے اس لیے ملائکہ، عرش الٰہی کے اٹھانے والے اور 'کمربستہ' اس کے گرد گھومنے والے ہیں۔" (ایضاً ص ۱۴۷)

اب دیکھیئے اس تشریح میں پرویز صاحب نے قران کریم کے دو مختلف مقامات کی آیات کو گڈ مڈ کر کے پیش کر دیا ہے آٹھ فرشتوں کے عرش الٰہی کو اٹھانے کا ذکر سورۃ الحاقۃ (۶۹) کی ساتویں آیت میں ہے اور گھومنے والے "فرشتوں کا ذکر سورہ زمر (۳۹) کی آخری آیت ۷۵ میں ہے۔ اور یہ گھومنے والے حافین کا ترجمہ کیا گیا ہے جو ویسے بھی غلط ہے اس کا صحیح ترجمہ گھیراؤ ڈالے ہوئے ہے نہ کہ گھومنے والے۔ علاوہ ازیں گھیراؤ ڈالنا یا گھومنا الگ عمل ہے اور عرش کو اٹھانا الگ عمل ہے جو عرش اٹھائے ہوں وہ گھوم نہیں سکتے اور جو گھوم رہے ہوں وہ اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔ جو کچھ بھی ہو ان دونوں آیات سے فرشتوں کا خارجی وجود اور ذاتی تشخص دونوں باتیں ثابت ہو رہی ہیں جو آپ کے پہلے نظریہ "قوائے فطرت" کے برعکس ہیں۔

۲۔ملائکہ سے مراد داخلی قوتیں

''لہذا یہ ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں یعنی ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں اور جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں، قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے'' ۔(ایضاص ۱۶۲)

اب دیکھئے اس مختصر سے اقتباس میں پرویز صاحب نے بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل فرمادیا مثلاً:

۱۔ ہماری داخلی قوتیں ،قوت باصرہ، لامسہ ،ذائقہ ،سامعہ ،دافعہ ،حافظہ وغیرہ یا جو کچھ بھی ہیں، ہیں ۔اگر یہی قوتیں ملائکہ ہیں تو پھر ان پر یمان بالغیب لانے کا قرآنی مطالبہ ہی غلط قرار پاتا ہے ۔اس لیے کہ ان داخلی قوتوں کو تو کافر اور دہریئے بھی تسلیم کرتے ہیں ۔

۲۔آپ کی پہلی تعریف کے مطابق ملائکہ سے مراد خارجی قوتیں تھا اب اس تعریف کے لحاظ سے ملائکہ سے مراد انسان کی داخلی قوتیں بن گیا۔

۳۔اب ان داخلی قوتوں سے بھی مراد یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ملائکہ کی تیسری تعریف ہماری ذات پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں۔

۴۔قیامت کا مفہوم آپ نے یہ بتایا کہ جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آجائیں تو قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کسان اگر بیج بوتا ہے تو جب اس سے کونپل نکل آئے یا زیادہ سے زیادہ فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کے عمل کا نتیجہ محسوس شکل میں سامنے آ گیا تو گویا قرآن کی رو سے اس کی قیامت آ گئی۔ اس تصریح سے آپ کے قیامت پر ایمان لانے کے تصور پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

۳۔ملائکہ سے مراد طبعی تغیرات

''ان مقامات سے ظاہر ہے کہ جو طبعی تغیرات انسان کے جسم میں رونما ہوتے ہیں اور جن کا آخری نتیجہ انسان کی طبعی موت ہوتی ہے انہیں بھی ملائکہ کی قوتوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔'' (ایضاص ۱۵۹)

اب دیکھئے یہ طبعی تغیرات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کسی عمل کے نتیجہ کے طور پر سامنے آتے ہیں مثلاً پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے، کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے، سیر اور ورزش کرنے سے جسم مضبوط اور صحت بحال رہتی ہے۔ دوسرے طبعی تغیرات وہ ہیں جن میں انسان کے عمل کو کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے اس کا بچہ سے بڑا ہونا، جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر مر جانا یہ سب امور ایسے ہیں جن کا ایمان بالغیب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ طبعی ہیں اور واقع ہو کے رہیں گے۔ پھر ان طبعی تغیرات کو ملائکہ سے تعبیر کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے ان طبعی تغیرات کو تو دہریئے بھی تسلیم کرتے ہیں پھر "ایسے ملائکہ" پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب؟

۴۔ ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات

"ان مقامات (یعنی بدر کے موقعہ پر تین ہزار ملائکہ کا نزول یا ایسی ہی دوسری آیات) پر غور کیجئے، "ملائکہ کی مدد" کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس سے جماعت مومنین کے دلوں کو تسکین ملی تھی اور ان کے عزائم پختہ ہوگئے تھے۔ دوسری طرف دشمنوں کے دل خوف زدہ ہوگئے تھے اور ان کے حوصلے چھوٹ گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں"۔ (ایضاً ص ۱۵۵)

اب دیکھئے اس اقتباس میں بھی پرویز صاحب نفسیاتی محرکات کو داخلی قسم کی کوئی شے قرار دے کر فریب دینے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ جب معاملہ داخلی قسم کا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اسی انداز میں پیش فرماتے ہیں جیسے مومنوں کے لیے فرمایا ﴿فانزل الله سكينته عليه﴾ (۹/۴۱) اور کافروں کے لیے فرمایا ﴿وقذف في قلوبهم الرعب﴾ (۵۹/۲) لیکن یہ میدان بدر کا معاملہ داخلی قسم کا نہیں ہے بلکہ خارجی امداد یا محرکات تھے جیسے اگر ایک انسان دوسرے کو گالی دے تو وہ سیخ پا ہو جاتا ہے یا کوئی کسی دوسرے کا خوف رفع کردے تو وہ مطمئن بھی ہو جاتا ہے اور اس مصیبت کو رفع کرنے کا مشکور بھی ہوتا ہے یہی صورت حال بدر میں پیش آئی تھی۔ اب اگر اس سے وہی مطلب لیا جائے جو پرویز صاحب فرما رہے ہیں تو تین سو تیرہ مجاہدین کے لیے تین ہزار یا پانچ ہزار ملائکہ کی مدد کی کیا صورت بن سکتی ہے؟

رحمت اور عذاب کے فرشتے

''اگر ایک طرف ملائکہ ایمان واستقامت کی بنا پر اللہ کی رحمتوں کی نور افشانی کرتے ہیں تو دوسری طرف کفر وسرکشی کے لیے عذاب خداوندی کے حامل بھی ہوتے ہیں۔''عذاب خداوندی'' سے مفہوم یہ ہے غلط قوموں کی روش کے تباہ کن نتائج۔لہذا اس باب میں ملائکہ سے مراد وہ قوتیں ہیں جو قانون خداوندی کے مطابق انسانی اعمال کے نتائج مرتب کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہیں'' ۔(ایضاص ۱۵۸)

اب دیکھئے حضرت لوطؑ کے پاس فرشتے آئے اور لوطؑ کو بستی سے نکل جانے کو کہا جب وہ نکل گئے تو ان فرشتوں نے قوم لوط کی بستی کو لواطت کے جرم میں الٹ مارا۔اب اگر محض قوانین خداوندی اور علت ومعلول کا سہارا لیا جائے تو ہر لوطی قوم کا یہی انجام ہونا ضروری ہے کیونکہ قوانین خداوندی میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان میں یہی عمل قوم لوط موجود ہے اور اسے قانونی جواز کی سند بھی حاصل ہے۔اب قوانین خداوندی کے مطابق ان قوتوں (ملائکہ) کو یقیناً ان کے اعمال کا نتیجہ ویسا ہی مرتب کرنا چاہئے جیسا کہ قوم لوط کے اعمال کا مرتب ہوا مگر ایسا نہیں ہو رہا۔جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ اعمال کو مرتب کرنے والی ہستی کوئی باشعور ہستی ہے جو اپنی مشیت کے مطابق ہی نتائج مرتب کرتی ہے۔جو اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کی پابند نہیں ہے اور نہ ہی ملائکہ بے جان وبے شعور قوتیں ہیں۔جو لگے بندھے نتائج مرتب کریں۔وہ فرشتے جاندار اور باشعور ہستیاں ہیں اور وہ قانون خداوندی کی نہیں بلکہ خداوند کے حکم کی اطاعت کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہی فرشتے جب حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے پاس آتے ہیں تو رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور وہی فرشتے قوم لوط کے لیے عذاب کے فرشتے بن جاتے ہیں۔

دو، دو۔تین، تین چار، چار پروں والے فرشتے

''دو، تین، چار پروں سے اپنی قوت کے اعتبار سے ملائکہ کے مختلف مدارج وطبقات کا ذکر مقصود ہے۔''(ایضاص ۱۶۷)

گویا پرویز صاحب کے نزدیک جیسے کوئی بجلی کی موٹر ۲ ہارس پاور کی ہوتی ہے کوئی تین ہارس پاور کی اور کوئی چار کی ،یہی صورت حال فرشتوں کی بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ

قوت اور مدارج یہ دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں اور قرآن میں انہی معروف معانی میں استعمال بھی ہوتے ہیں پھر آخر فرشتوں کے لیے قوت اور درجہ کی بجائے اجنحتہ (بازو۔پر) کے لفظ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

علاوہ ازیں چڑیا کے بھی دو پر ہوتے ہیں اور چیل کے بھی لیکن ان دونوں کے دو دو پر ہونے کے باوجود قوت میں بڑا فرق ہے اور مختلف مدارج کا معاملہ تو پرویز صاحب ہی بہتر جانتے ہیں، ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہر انسان کے دو دو ہی بازو ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کی قوت میں فرق ہوتا ہے اور مدارج میں بھی۔ مدارج کا انحصار بازوؤں پر نہیں بلکہ تقویٰ پر ہوتا ہے۔

سو یہ ہے فرشتوں پر ایمان بالغیب۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ آیا فرشتے کوئی الگ مخلوق ہیں یا نہیں اور ان کا کوئی خارجی تشخص ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ مسئلہ مافوق العادت (Supper Natural) ہے اس لیے آپ کو ہر مقام پر تاویلات کرنا پڑیں۔ آپ نے ملائکہ کی جتنی بھی تعبیریں پیش فرمائی ہیں یہ سب انسانوں حتیٰ کہ کافروں اور دہریوں میں بھی مسلم ہیں لہٰذا ان کا نہ ایمان بالغیب سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی قرآن کے واضح ارشادات سے"

پرویزی فرقہ فرشتوں پر ایمان نہیں رکھتا!

"فرشتوں پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اس کی صراحت موجود ہے کہ فرشتے اپنا خارجی وجود اور ذاتی تشخص رکھتے ہیں۔ وہ غیبی مخلوق ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت

(۱) [واضح رہے کہ یہ حصہ "فتنہ انکار حدیث" (خاص نمبر ماہنامہ 'محدث' اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص:۳۸تا۴۳) کے ایک مضمون "مسٹر غلام احمد پرویز کے کفریہ عقائد" سے ماخوذ ہے۔ بشکریہ: مضمون نگار: مولانا محمد رمضان سلفی، نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور)]

کے مطابق فرشتے نور سے تخلیق کیے گئے ہیں،لہٰذا ان پر ایمان لانا ایمان بالغیب کا ایک جز ہے۔ سب فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں،اور ان میں سے کسی میں بھی خدائی صفات نہیں پائی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے پیدا فرمایا ہے،وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں،اور کسی بات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے،بلکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان رہتے ہیں۔

وہ آسمان سے نیچے بھی اترتے ہیں اور زمین سے اوپر آسمان کو بھی چڑھتے ہیں۔ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ انہی میں سے ہیں۔ پھر کچھ فرشتے دو دو،تین تین،چار چار پروں والے بھی ہیں،فرشتوں نے بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کی نصرت بھی کی تھی۔ یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتوں کا خارجی وجود ہے،لیکن چونکہ وہ محسوسات اور مشاہدات کی زد سے باہر ہیں اس لیے بعض لوگ ان کے خارجی وجود کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جیسا کہ فرشتوں کے خارجی وجود سے انکار کرتے ہوئے پرویز لکھتے ہیں:

''ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں یعنی ہمارے اعمال کے وہ اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔'' [ابلیس و آدم از پرویز: ص۱۶۲]

پرویز کے نزدیک 'فرشتے' کیا ہیں؟

مسٹر پرویز کے بقول ملائکہ (فرشتے) انسانوں سے الگ مخلوق نہیں ہیں،بلکہ انسان کی اندرونی قوتوں اور نفسیاتی توانائیوں کو ہی ملائکہ کہا گیا ہے،اس کے برعکس قرآن کریم میں انسانوں سے بالکل الگ تھلگ مخلوق کو ملائکہ سے تعبیر کیا گیا ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان الله وملائكته يصلون على النبى يآيها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾

''یعنی اے جماعت مومنین! دیکھو خدا اور اس کے فرشتے سب نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں،اے ایمان والو! تم بھی پیغمبر پر درود وسلام بھیجا کرو۔'' [الاحزاب:۵۶]

بنابریں اگر ملائکہ (فرشتوں) سے مراد ہماری داخلی قوتیں ہوتیں جیسا کہ مسٹر پرویز کا دعویٰ ہے تو آیت مذکورہ میں ملائکہ (فرشتوں) کو مسلمانوں کے ساتھ خطاب سے الگ ذکر کرنے اور ان کے درود کو مسلمانوں کے درود سے جدا بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اہل اسلام کے درود بھیجنے کے حکم میں ان کی داخلی قوتیں..... جنہیں پرویز صاحب

ملائکہ اور فرشتے سمجھتے ہیں ...... بھی شامل تھیں ،اس کے برعکس ملائکہ کو اہل ایمان سے الگ ذکر کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ملائکہ (فرشتے) انسان کی داخلی قوتوں کا نام ہی نہیں بلکہ انسانوں سے الگ نورانی مخلوق ہے جس کا وجود انسانی وجود سے بالکل جداگانہ ہے۔

مسٹر پرویز کا ذہن چونکہ مادی تھا،اس لیے وہ کسی ایسی ذات کو ماننے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں تھے جو غیر مرئی ہواور ان کی یہ جسارت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایک مرئی اور محسوس پیرائے میں پیش کرنے کی تگ ودو کرتے رہے جیسا کہ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں:

''اللہ سے مراد وہ معاشرہ ہے جو قانونِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لیے متشکل ہو'' [نظام ربوبیت: ص/۱۵۸]

غور فرمائیں: جس شخص کی ذہنی آوارگی سے اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات محفوظ نہیں رہ سکی ، لفظ 'ملائکہ' اس کی ذہنی اُپج سے کیسے بچ سکتا ہے ۔چنانچہ وہ ملائکہ کی بھی ایسی ہی مادی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ملائکہ یعنی کائنات کی قوتیں جن سے رزق پیدا ہوتا ہے،انسان کے تابع فرمان ہیں۔'' [ابلیس وآدم از پرویز: ص/۵۲]

اس طرح نبی کریم کو بھی فرشتہ ہونا چاہیے!

لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی ملائکہ سے مراد رزق پیدا کرنے والی قوتیں ہیں اور 'ابلیس وآدم' کے سابقہ اقتباس کے مطابق یہ انسان کی داخلی قوتیں ہیں اور بقول پرویز یہ ملائکہ کا قرآنی مفہوم بھی ہے تو صاحبِ قرآن ﷺ کو اس قرآنی مفہوم کے ساتھ بدرجہ اتم متصف ہونا چاہیے تھا،کم از کم آپ کو تو اپنے ملک (فرشتہ) از ملائکہ ہونے کی نفی نہیں کرنا چاہیے تھی کیونکہ آپ ﷺ عملی میدان میں قرآنی مفاہیم ومطالب کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور جب رزق پیدا کرنے والی قوتیں (ملائکہ) آپ میں مکمل طور پر موجود تھیں تو آپ ﷺ خواہ مخواہ 'ملک' از ملائکہ قرار پاتے ہیں۔مگر اس کے برعکس قرآنِ کریم میں یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ ببانگِ دہل اپنے ملک از ملائکہ ہونے کی نفی کرتے تھے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لااقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ......﴾[الانعام:۵۰]

''اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں، اور نہ ہی میں کہتا ہوں کہ میں 'ملک' ہوں، میری حیثیت تو فقط یہ ہے کہ اس بات پر چلتا ہوں جو خدا کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔''

پھر ملائکہ کی دوسری تعبیر

مسٹر پرویز اندھیرے میں تیر چلانے اور نادانوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بہت عادی تھے، اسی وجہ سے ان کی تصنیفات، تضادات کا پلندہ ہیں۔ ان کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے کو ان میں ایک خواب کی مختلف تعبیروں سے واسطہ پڑتا ہے، ہوسکتا ہے ایسے موقع پر پرویز صاحب کا کوئی عقیدت منداور ان کا تقلید پسند تفنن کے نام سے اسے بخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہوجائے، لیکن ایک حقیقت پسند شخص اس کے تضادات کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ وہ ان کی کس بات کا اعتبار کرے اور ان کی کس رائے کو حتمی قرار دے۔ یہی کام انہوں نے ملائکہ کی تعبیر سے متعلق دکھایا ہے۔ پہلے تو وہ انہیں انسان کی داخلی قوتیں بناتے رہے جن سے رزق پیدا ہوتا ہے، لیکن اب وہ اس کے برخلاف انہیں خارجی قوتیں بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فرشتے 'ملائکہ' وہ کائناتی قوتیں ہیں جو مشیتِ الٰہی کے پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے زمانے کے تقاضوں کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔'' [اقبال اور قرآن از پرویز: ص ۱۶۵]

لیکن متعدد قرآنی آیات سے نظریۂ پرویز کی تردید ہوتی ہے اور ان سے ملائکہ کو کائناتی قوتیں بنانے کا عقیدہ باطل قرار پاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الحمد للہ فاطر السمٰوات والارض جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث وربٰع یزید فی الخلق مایشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾[الفاطر:۱]

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سزاوار ہیں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو اور کسی کے تین تین اور کسی کے چار چار پر ہیں اور وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس آیت میں آنے والے لفظ اَجنحة کے متعلق مسٹر پرویز لکھتے ہیں:

''سورۃ فاطر میں 'ملائکہ' کے متعلق کہا ہے اولی اجنحة (۱/۳۵)......اس کے لفظی معنی ہیں بازوؤں (پروں) والے۔'' [لغات القرآن: ج۱ص۴۴۳]

اگرچہ اس کے بعد مسٹر پرویز نے اس لفظ کا مجازی معنی گھڑ کر ڈنڈی مارنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اہل اصول کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حقیقی معنی کے ہوتے ہوئے مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سورۂ زخرف میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وجعلوا الملئكة الذين هم عبادالرحمن اناثا﴾ [زخرف:۱۹]

''یعنی انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کی بیٹیاں بناڈالا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم ثم الىٰ ربكم ترجعون﴾ [السجدة:۱۱]

''(یعنی اے نبیؐ!) بتادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، تمہیں فوت کرتا ہے، اس کے بعد تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

پرویز نے اس آیت میں 'ملک' کا معنی کائناتی قوتوں سے کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ 'ملک' کا لفظ واحد ہے جو قرآن کریم میں ہے، اور کائناتی قوتیں 'جمع' ہے جو پرویز صاحب نے اس کا مفہوم بتایا ہے۔ تو کیا مسٹر پرویز یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کی بجائے لفظ 'ملک' لانے میں ذہول ہوگیا ہے یا مسٹر پرویز ہی 'مفہوم القرآن' کے نام سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں!

من مانے مفہوم کی دلیل لانے کی ایک ناکام کوشش

جس شخص کا عقیدہ اور عمل قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل پر مبنی ہوتا ہے، وہ اسے علیٰ وجہ البصیرت اختیار کرتا ہے اور بادِ مخالف اس کے اس نظریہ میں کسی قسم کا تزلزل پیدا نہیں کرسکتی، لیکن جس شخص کے نظریات خود ساختہ ہوں، جنہیں اہل علم وعقل آسانی سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو اسے اپنے اعتقادات ونظریات کو لوگوں میں مقبول بنانے کے لیے خارجی سہاروں کی ضرورت پیش آتی ہے، جیسا کہ مسٹر پرویز نے

ملائکہ کے بارے میں اپنے خود ساختہ نظریہ کو لوگوں سے منوانے کے لیے مفتی محمد عبدہ کا سہارا لیا ہے اور کہا ہے:

''مفتی محمد عبدہ نے اپنی تفسیر 'المنار' میں لکھا ہے کہ یہ امر ثابت ہے کہ کائنات کی ہر شیء کے اندر ایک قوت ایسی ہے، جس پر اس چیز کا دارومدار ہے اور جس کے ساتھ اس شے کا قوام ونظام قائم ہے۔ جو لوگ وحی پر ایمان نہیں رکھتے وہ ان قوتوں کو طبیعی قوتیں کہتے ہیں اور شریعت کی زبان میں انہیں ملائکہ کہا جاتا ہے، لیکن انہیں ملائکہ کہیے یا کائناتی قوتیں، حقیقت ایک ہی ہے۔'' [لغات القرآن: ج ۱ ص: ۲۴۲]

تفسیر 'المنار' میں 'ملائکہ' کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں، اور مذکورہ بالا قول اس تفسیر کے ص: ۲۶۸ سے نقل کیا گیا ہے، اور مفتی محمد عبدہ صاحب نے یہ قول صرف مادہ پرست لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے پیش کیا ہے، جیسا کہ ان کے شاگردِ رشید محمد رشید رضا...... جو اس تفسیر کے مرتب ہیں ...... ان سے اس قول کو ذکر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اراد بهذا ان يحتج على الماديين ويقنعهم بصحة ماجاء به الوحي من طريق علمهم المسلم عندهم كماصرح به فيما مرفي صفحة :٢٦٨ " [تفسیر المنار: ج ۱ ص ۲۷۴]

''صفحہ ۲۶۸ پر نقل ہونے والے اقتباس سے مفتی صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ مادہ پرست لوگوں پر حجت قائم کردی جائے اور انہیں اس بارہ میں مطمئن کیا جائے کہ (فرشتوں کے بارہ میں) جو کچھ وحی الٰہی میں ثابت شدہ امر ہے، وہ ان کے ہاں مسلّمہ علمی طریقے کے بھی مطابق ہے۔''

اس نظریہ کو ذکر کرنے سے مفتی صاحب کا مقصد اس کی تائید کرنا نہیں ہے، بلکہ اسے وحی الٰہی کے قریب کرنا مقصود ہے بایں طور کہ مادہ پرست حضرات اگرچہ ملائکہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں لیکن دوسری طرف وہ ان کا نام، کائناتی قوتیں رکھ کر اسے ماننے پر بھی مجبور ہیں، جیسا کہ سید رشید رضا اپنے استاد کے اس اقتباس پر اپنے ریمارکس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هذا ماكتبه شيخنا في توضيح كلامه فيمايفهمه علماء الكائنات من لفظ القوى الى مايفهمه علماء الشرع من لفظ الملائكة " [تفسیر المنار: ج ۱ ص ۲۷۳]

''ہمارے استاد نے یہ کلام اس لیے درج کیا ہے، تاکہ علماءِ سائنس کے ہاں فرشتوں کے

لیے جو لفظ (قوتوں کا) استعمال کیا جاتا ہے، اسے لفظ 'ملائکہ' کے قریب کر دیا جائے جو علماءِ شریعت کے ہاں متعارف ہے۔"

ملائکہ کی بابت مفتی محمد عبدہ صاحب اپنا سلفی عقیدہ اس سے چند صفحات قبل آیت نمبر ۳۰ کے تحت ذکر کر آئے ہیں جسے نقل نہ کرنے میں پرویز صاحب نے اپنی عافیت سمجھی ہے، مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"اما الملائکة فیقول السلف فیهم انهم خلق اخبرنا الله تعالیٰ بوجودهم وببعض عملهم فیجب علینا الایمان بهم ولایتوقف ذلک علی معرفة حقیقتهم فنفوض علمها الی الله تعالیٰ فاذ ورد ان لهم اجنحة نؤمن بذلک ولکننا نقول انها لیست اجنحة من الریش ونحوه کاجنحة الطیر "[تفسیر المنار: ج۱/ص۲۵۴]

"فرشتوں کے بارہ میں سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی (اللہ تعالیٰ کی) مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے موجود ہونے اور بعض ایسے کاموں کے بارہ میں بتادیا ہے جنہیں وہ سرانجام دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ ان پر ایمان لائیں اور یہ ضروری نہیں کہ ان کی اصل حقیقت معلوم کر کے ہی ان پر ایمان لایا جائے۔ علاوہ ازیں فرشتوں کے متعلق (قرآن میں) اجنحة (پروں) کا ذکر آیا ہے تو ہم اسے مانتے ہیں، لیکن یہ نہیں کہتے کہ فرشتوں کے پر، پرندوں کے پروں کے مشابہ ہیں۔"

غور فرمائیں: مفتی محمد عبدہ رحمہ اللہ نے فرشتوں کا جو تعارف پیش کیا ہے، بالکل وہی ہے جسے اہل اسلام ہمیشہ سے تسلیم کرتے آرہے ہیں، اور یہاں انہوں نے ملائکہ کو کونیاتی قوتیں قرار دینے کے خودساختہ نظریہ کو ذکر تک نہیں کیا، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی کہ مفتی صاحب اپنی تفسیر میں ملائکہ سے متعلق دیگر نظریات کو ذکر کرنے کے باوجود ان کے حامی نہیں ہیں۔ فرشتوں کے بارہ میں ان کا عقیدہ بھی وہی ہے، جو دیگر مسلمانوں کے ہاں مسلم ہے، اور جس سے خروج اختیار کر کے مسٹر پرویز اسلام کی نظریاتی سرحدوں سے ہی خارج ہو گئے ہیں۔"

"سلسلۂ دعوت و اصلاح"

راقم الحروف نے آج سے کچھ عرصہ پیشتر 'سلسلہ دعوت و اصلاح' کے عنوان سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا جس کا مقصد ایسی کتابیں منظر عام پر لانا تھا جو لوگوں کے عقائد و نظریات میں پائے جانے والے بگاڑ کی اصلاح کریں اور لوگوں کو براہ راست قرآن و سنت سے مربوط کریں۔ اس سلسلہ کے تحت اب تک چار کتابیں شائع ہو کر بحمد اللہ خوب پذیرائی حاصل کر چکی ہیں اور امید ہے کہ اس سلسلہ کی باقی کتابوں کو بھی اسی طرح پذیرائی ملے گی۔ ان شاء اللہ!

اس سلسلہ دعوت و اصلاح کے تحت چونکہ علمی و فکری مباحث پر مشتمل اصلاحی کتابیں پیش کرنا مدِ نظر ہے، اس لیے شروع ہی سے کوشش یہ کی گئی ہے کہ تحریر کو زیادہ سے زیادہ عام فہم اور دلچسپ اسلوب میں پیش کیا جائے تاکہ صرف اردو پڑھ لینے والے حضرات بھی اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکیں۔ آئندہ کتابوں میں اس بات کا اور زیادہ التزام خود قارئین محسوس کر لیں گے۔ اس سلسلہ میں شامل کتابوں کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

✿ ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا جا رہا ہے ان کا تعلق ہماری عملی زندگی سے بہت زیادہ ہے۔ ✿ پھر ان میں پاک و ہند کا مخصوص پس منظر اور علاقائی مسائل بھی مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر موضوع پر مواد پیش کیا گیا ہے۔ ✿ ان کتابوں میں براہ راست قرآن مجید اور صحیح احادیث سے جا بجا استدلال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اہم مسائل میں صحابہ و تابعین کے اقوال اور علمائے سلف کے افکار کو بھی بطور خاص حوالے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ ✿ ہر کتاب میں اس موضوع سے متعلقہ مختلف مسائل کے حوالے سے پائی جانے والی افراط و تفریط، گمراہانہ فکر اور غلطی ہائے مضامین کی خاطر خواہ نشاندہی و تردید بھی کی گئی ہے۔ ✿ علمی و فکری مباحث کو ایسے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا بوریت محسوس نہ کرے۔

اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کتابوں پر جو علمی و عملی محنت ہو رہی ہے اس کا اندازہ یا مجھے ہے یا میرے رب کو۔ ہر موضوع پر لکھنے سے پہلے اس سے متعلقہ ہر طرح کا مواد اکٹھا کرنا، فوت شدگان اصحاب علم کے مایہ ناز لٹریچر کو کھنگالنا، وقت کے اہم اور ممتاز علما سے علمی تبادلہ کرنا، غلطی ہائے افکار کا شکار حضرات سے براہ راست بحث و مباحثہ کرنا پھر کتابوں کی شکل میں جوہر خالص پیش کرنا...... چند ایسے اشارے ہیں جن سے اس سلسلہ کے محدود کام کا کچھ اندازہ بہرحال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود خطا و نسیان کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کوئی بھی کوتاہی اور فنی خامی دکھائی دے اس سے مطلع فرما کر مشکور ہوں، شکریہ!

محتاج دعا: [illegible] حافظ مبشر حسین لاہوری [illegible] مبشر اکیڈمی، لاہور۔ 03004602878

مصنف کی دیگر کتب

1

پیش گوئی اور اس کی تعبیر کا صحیح منہج، نبویؐ پیش گوئیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق، خواب اور پیش گوئی کی تعبیر میں فرق، فتنوں اور جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیش گوئیاں اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر و انطباق کے درست طریقے اور اس کے علاوہ احادیثِ فتن، الملحمة العظمیٰ، شخصیات، علاقہ جات، غیر مرئیات اور آخری دور میں ہونے والی جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیشگوئیوں کی جمع و ترتیب کے علاوہ معاصر مفکرین کی غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

2

شرعی اصطلاح میں جہاد کسے کہتے ہیں؟ جہاد اور قتال میں کیا فرق ہے؟ دور حاضر میں جہاد و قتال کے لئے کیا پالیسی اپنائی جائے؟ مقبوضات کی آزادی کے لئے ہمارا لائحہ عمل کیا ہو؟ آزاد مسلم ممالک میں ہونے والی اسلام کش پالیسیوں کے بالمقابل ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ امت مسلمہ کی داخلی کشمکش اور باہمی ناچاقی کا انسداد کیسے کیا جائے؟ عالم اسلام کی مجموعی تعمیر و ترقی اور دفاع کے لئے ہمارا مشترکہ پروگرام کیا ہو؟ یہ اور ان جیسے بہت سے سوالات کی اس کتاب میں جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

3

علم نجوم وھست، کہانت و عرافت، دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، فہم و فراست، فال بد شگونی و نحوست، قرآنی فالنامہ، دم، تعویذ، استخارہ، ہپناٹزم، یوگا، مراقبہ، شعبدہ بازی، علم جفر، علم رمل وغیرہ جیسے تمام علوم کی شرعی حیثیت پر سیر حاصل بحث اور جادو اور جنات کے توڑ کے مؤثر روحانی نسخوں پر مشتمل، افراط و تفریط اور غیر مستند روایات سے پاک اپنے موضوع پر پہلی مستند اور مختصر مگر جامع کتاب

4

شادی بیاہ کا اسلامی طریقہ اور جاہلانہ رسومات، خلع و طلاق، حلالہ و متعہ، تعدد ازواج، ستر و حجاب، آداب مباشرت، حقوق الزوجین، حقوق الوالدین، حقوق اولاد، مرد و زن کے مخصوص مسائل اور ایسے ہی بیسیوں اہم احکام و مسائل پر مشتمل ایک جامع اور مستند کتاب وللہ الحمد!

مبشر اکیڈمی لاہور

قرآن و حدیث اور فکر سلف کی ترجمان

E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878